Regd.# MC-1366

دینی، اخلاقی اور معاشرتی اقدار کا علمبردار

ماہنامہ

فہمِ دین

جلد 09 • شمارہ 04•05•06 • اکتوبر، نومبر، دسمبر 2019

ریاستِ مدینہ

ایک مثالی فلاحی ریاست

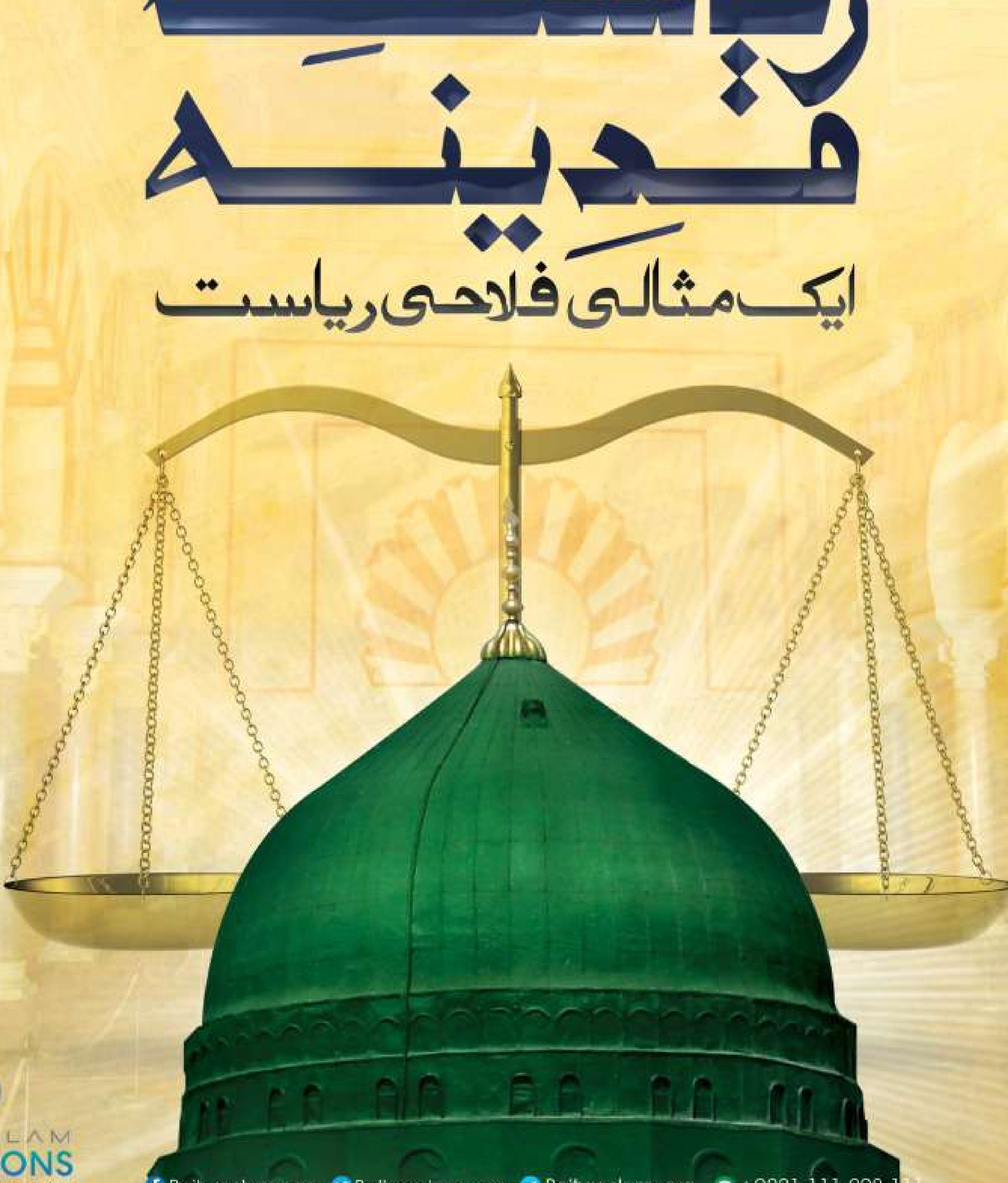

BAITUSSALAM
PUBLICATIONS
WWW.BAITUSSALAM.ORG/BS/PUBLICATIONS

Baitussalam.org Baitussalam_org Baitussalam_org +9221-111-298-111

BAITUSSALAM
WWW.BAITUSSALAM.ORG

ماہنامہ

فہمِ دین

کراچی

اکتوبر / نومبر 2019ء

مدیر	محمد خرم شہزاد
ناظم	خالد عبدالرشید
کمپوزنگ	مظفر بھٹو
نظرِ ثانی	طارق محمود
تزئین و آرائش	نوید عزیز

آراء و تجاویز کے لیے
0304-0125750

ڈاک سے متعلق امور کے لیے
0323-3229313 | 021-35393912

اشتہارات کے لیے
0314-2981344
marketing@fahmedeen.org

خط و کتابت اور بذریعہ منی آرڈر رسالہ کے اجراء کے لیے
26-C گراؤنڈ فلور، بن سیٹ کمرشل اسٹریٹ نمبر 2، خیابانِ جامی،
بالمقابل بیت السلام مسجد، ڈیفنس فیز 4 کراچی

زرِ تعاون

فی شمارہ :	40 روپے
سالانہ فیس :	520 روپے
بیرون ملک بدل اشتراک :	35 ڈالر

ناشر	مطبع	مقامِ اشاعت
فیصل زبیر	واسا پرنٹر	دفتر فہمِ دین

زیرِ سرپرستی
مولانا عبد الستار حفظہ اللہ

فہم و فکر

ریاستِ مدینہ ایک مثالی فلاحی ریاست	مدیر کے قلم سے	04

اصلاحی سلسلہ

فہمِ قرآن	شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم	05
فہمِ حدیث	مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ	06
آئینہ زندگی	حضرت مولانا عبد الستار حفظہ اللہ	08

مضامین

33 نمبر	محمد سعد صالح	10
حضرت ربیع بن خُثَیم رحمہ اللہ	مفتی محمد سعد	12
بے مثال شوہر	مفتی محمد سعد	14
زندگی کا احترام کیجیے	عبد الرحمان عاصم	16
مسائل پوچھیں اور سیکھیں	مفتی محمد توحید	18
باورچی خانہ اور ہماری صحت	حکیم شمیم احمد	20

خواتینِ اسلام

انتظار	امۃ اللہ	23
ڈاکا	اہلیہ محمد فیصل	24
مجھ کو دیکھیں گے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم	جنید حسن	27
لہرا کے رہو پرچم	روبینہ قدیر	28
ہجرت	بنتِ گوہر	31
فرض یا قرض	اہلیہ مظفر	32
اطاعت دلیل ہے	بنتِ محمد رفیق	34

باغیچہ اطفال

اغوا کا جال	شائل کامران	36
موہنی جیت گئی	سمیرا انور	37
چچا کا نورِ نظر	ڈاکٹر الماس روحی	38
ایک تھا جگنو	احمد رضا انصاری	40
بچوں کے فن پارے		42
انعامات ہی انعامات		43

بزمِ ادب

قرآن کی شان	جوہر عباد	44
سالارِ کارواں کے نقشِ قدم پر	خواجہ عزیز الحسن مجذوب	45
گلدستہ		46

اخبار السلام

خبر نامہ	ادارہ	48

ریاستِ مدینہ

ایک مثالی فلاحی ریاست

مدیر کے قلم سے

ریاستِ مدینہ واقعی ایک مثالی ریاست کا نام ہے۔ دُنیا کے کئی حکم ران ایسے گزرے ہیں، جنہوں نے اگر ریاستِ مدینہ بنانے کا خواب نہیں بھی دیکھا تو ریاستِ مدینہ کی اچھی باتیں اپنانے کی کوشش ضرور کی تھی جیسے اخبارات میں مختلف موقعوں پر بارہا اسرائیلی وزیر کے اس انٹرویو کا حوالہ نظر سے گزرا، جب ان سے پوچھا گیا کہ پوری پارلیمنٹ کی مخالفت کے باوجود آپ نے اسرائیل عرب جنگ کا فیصلہ کیسے کر لیا تو انھوں نے ایک مختصر جواب دیا کہ میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سوانح میں پڑھا کہ اُن کے گھر میں فاقہ تھا، مگر ان کے ڈرائنگ روم میں نو سے زیادہ تلواریں لٹک رہی تھیں، جس سے میں نے یہ نتیجہ نکالا کہ لوگ یہ نہیں گنتے کہ آپ نے کتنے انڈے کھائے ہیں، لیکن اگر آپ جنگ جیت جاتے ہیں تو دنیا صرف آپ کو فاتح کے نام سے جانتی ہے۔ اسی طرح انڈیا کے وزیر اعظم کا یہ بیان بھی بارہا پڑھنے اور سننے کو ملا، جس کا ذکر انھوں نے 1947 میں انڈیا کے قیام کے بعد کیا کہ مجھے دُنیا میں اگر ابو بکر صدیق اور عمر سے اچھی کوئی مثال حکمرانی کی ملتی تو میں ضرور دیتا، مگر کیا کروں مجھے اس سے اچھی مثال کوئی ملتی نہیں۔

ریاستِ مدینہ واقعی ایک عجیب ریاست تھی: ریاست مدینہ سے پہلے انصار ازل کے دشمن تھے، مگر ریاست کا کمال دیکھیے، وہ یکایک شیر و شکر ہو گئے۔ ریاستِ مدینہ خطے، علاقے، قوم یا زبان کی ترجمان نہیں تھی، بلکہ پوری دُنیا کے مسلمانوں کی ایک بہترین پناہ گاہ تھی۔ ریاستِ مدینہ میں 320 کلو میٹر دور مکہ مکرمہ کی ایک اجنبی ریاست سے اتنی بڑی تعداد میں مہاجرین ہجرت کر کے آئے کہ ان کی تعداد انصار سے بڑھ گئی، مگر ریاستِ مدینہ نے نہ صرف انھیں بڑی فراخی سے اپنے اندر بسا لیا، بلکہ فارس کے سلمان، روم کے صہیب، حبشہ کے بلال اور دیگر کئی غیر ملکی مسلمانوں کو بھی اپنے اندر بسا لیا۔ ریاستِ مدینہ میں پارلیمنٹ، جی ایچ کیو، چیمبر آف کامرس سب کے دفاتر مسجدِ نبوی میں ہی تھے۔ ریاستِ مدینہ میں سارے سیاسی، فوجی، تجارتی اور دیگر معاملات کے فیصلے مسجدِ نبوی میں ہی ہوتے تھے۔ ریاستِ مدینہ نے غیر مسلموں سے معاہدے بھی کیے، مگر معاہدہ توڑنے والوں کو پھر عبرت کا نشان بھی بنا دیا۔

ریاستِ مدینہ واقعی ایک عجیب ریاست تھی۔ صدیقِ اکبر ریاستِ مدینہ کے ہی حکمران تھے، جنہوں نے فرمایا تھا کہ۔ اَیَنْقُصُ الدِّیْنُ وَاَنَا حَیٌّ کہ دین مٹ جائے اور میں زندہ رہوں ایسا نہیں ہو سکتا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد زکوٰۃ کے منکرین کو ایسا عبرت کا نشان بنا دیا کہ سب کے سب لوگ دین کے سارے احکام پر عمل کرنے والے بن گئے۔ فاروقِ اعظم ریاستِ مدینہ کے ہی حکم ران تھے، جنہیں ہر وقت یہ فکر لاحق تھی کہ اگر دریائے فرات کے کنارے کوئی کتا بھی پیاسا مر گیا تو اس کا حساب بھی عمر کو قیامت میں دینا ہو گا۔ فاروقِ اعظم ریاستِ مدینہ کے ہی حکم ران ہیں جنہیں سر براہِ سلطنت ہونے کے باوجود ایک عام شہری نے بھری محفل میں یہ کہہ کر ٹوک دیا تھا کہ ہم آپ کی بات نہیں سنیں گے، اس لیے کہ آپ نے بیت المال کے کپڑے میں سے اپنے حصے سے زیادہ کپڑا لیا ہے۔ عثمانِ غنی ریاستِ مدینہ کے ہی حکمران ہیں، جن کے لیے اپنی جان دینا آسان ہو گئی، مگر اپنی ریاست میں خون بہانا گوارا نہ ہوا۔ علی المرتضیٰ اور حیدر کرار اسی ریاستِ مدینہ کے ہی حکمران تھے، جنہوں نے اپنے صوبوں کے امیروں کو یہ نصیحت کی کہ: لوگوں سے میل جول رکھا کرو تاکہ تمہیں رعایا کے حال معلوم ہوں۔ اگر تم براہِ راست لوگوں سے حالات معلوم نہ کرو گے تو تمہارے مقرّر کردہ لوگ برے کو اچھا اور اچھے کو برا پیش کریں گے۔

قارئین! ریاستِ مدینہ واقعی ایک مثالی ریاست تھی، جو ترقی کا زینہ، مثالی نمونہ اور عوام کے دُکھوں کا مداوا تھی، لیکن یہ اسی وقت ممکن ہے، جب ریاستِ مدینہ کے مکمل ماڈل کو اختیار کیا جائے۔ اگر ہم عالمی طاقتوں کے اشاروں پر اس ماڈل کے صرف اسی ایک پہلو کو اختیار کرنا چاہیں، جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے گرد و نواح میں بسنے والے یہودیوں سے امن معاہدے کیے تھے تو یہ ریاستِ مدینہ کا ایک نامکمل اور جزوی تصور ہے، اس لیے کہ اللہ کے نبی نے معاہدہ توڑنے والوں کو نہ صرف یہ کہ ملک بدر کیا، بلکہ بعد کے ادوار میں جزیرہ عرب میں یہود و نصاریٰ کے داخلے پر مکمل پابندی بھی لگا دی تو ہمیں یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ ریاستِ مدینہ کے اُدھورے تصور سے نہ تو پاکستان فلاحی ریاست بن سکتا ہے اور نہ ہی عوام کے مہنگائی، بے روزگاری کے دلدّر دور ہو سکتے ہیں۔

قارئین! ریاستِ مدینہ واقعی ایک مثالی ریاست ہے اور اگر اس کے پورے حقیقی ماڈل کو اختیار کیا جائے تو پھر پاکستان بھی اس ماڈل سے یقینی طور پر ترقی کی راہ پر گامزن ہو جائے گا، ورنہ پھر لوگ اسے ایک ''مذہبی کارڈ'' کے استعمال سے زیادہ حیثیت دینے کے لیے کبھی تیار نہیں ہوں گے۔ والسلام

اخوکم فی اللہ
محمد خرم شہزاد

فہمِ قرآن

آلِ عمران 183-189

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

اَلَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰہَ عَہِدَ اِلَیْنَآ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰی یَاْتِیَنَا
بِقُرْبَانٍ تَاْکُلُہُ النَّارُ قُلْ قَدْ جَآءَکُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِیْ بِالْبَیِّنٰتِ
وَبِالَّذِیْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْہُمْ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ 183

ترجمہ... یہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ''اللہ نے ہم سے یہ وعدہ لیا ہے کہ کسی پیغمبر پر اس وقت تک ایمان نہ لائیں، جب تک وہ ہمارے پاس ایسی قربانی لے کر نہ آئے، جسے آگ کھا جائے۔'' تم کہو کہ ''مجھ سے پہلے تمہارے پاس بہت سے پیغمبر کھلی نشانیاں بھی لے کر آئے اور وہ چیز بھی جس کے بارے میں تم نے (مجھ سے) کہا ہے، پھر تم نے انھیں کیوں قتل کیا، اگر تم واقعی سچے ہو؟'' 183

تشریح نمبر 1: پچھلے انبیائے کرام کے زمانے میں طریقہ یہ تھا کہ جب کوئی شخص اللہ رب العزت کی خوش نودی کے لیے کوئی جانور قربان کرتا تو اس کو کھانا حلال نہیں ہوتا تھا، بلکہ وہ جانور ذبح کر کے کسی میدان میں یا ٹیلے پر رکھ دیتا تھا۔ اگر اللہ تعالیٰ قربانی قبول فرماتے تو آسمان سے ایک آگ آکر اس قربانی کو کھا لیتی تھی۔ اس کو سوختنی قربانی کہا جاتا تھا۔ آنحضرت ﷺ کی شریعت میں یہ طریقہ ختم کر دیا گیا اور قربانی کا گوشت انسانوں کے لیے حلال کر دیا گیا۔ یہودیوں نے کہا تھا کہ چوں کہ آنحضرت ﷺ ایسی قربانی لے کر نہیں آئے، اس لیے ہم ان پر ایمان نہیں لاتے، چوں کہ یہ محض ایک وقت گزاری کا بہانہ تھا اور حقیقت میں ایمان لانا پیشِ نظر نہیں تھا، اس لیے انھیں یاد دلایا گیا کہ ماضی میں ایسے نشانات تمہارے سامنے آئے، تب بھی تم ایمان لانے کے بجائے انبیائے کرام علیہم السلام کو قتل کرتے رہے ہو۔

فَاِنْ کَذَّبُوْکَ فَقَدْ کُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِکَ
جَآءُوْ بِالْبَیِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَالْکِتٰبِ الْمُنِیْرِ 184

ترجمہ... (اے پیغمبر!) اگر پھر بھی یہ لوگ تمہیں جھٹلائیں تو (یہ کوئی نئی بات نہیں) تم سے پہلے بھی بہت سے اُن رسولوں کو جھٹلایا جا چکا ہے، جو کھلی کھلی نشانیاں بھی لائے تھے، لکھے ہوئے صحیفے بھی اور ایسی کتاب بھی جو (حق کو) روشن کر دینے والی تھی۔ 184

کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَۃُ الْمَوْتِ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَکُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ
فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّۃَ فَقَدْ فَازَ
وَمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ 185

ترجمہ... ہر جان دار کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور تم سب کو (تمہارے اعمال کے) پورے پورے بدلے قیامت ہی کے دن ملیں گے، پھر جس کسی کو دوزخ سے دور ہٹا لیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا، وہ صحیح معنی میں کام یاب ہو گیا اور یہ دُنیوی زندگی تو (جنت کے مقابلے میں) دھوکے کے سامان کے سوا کچھ بھی نہیں۔ 185

لَتُبْلَوُنَّ فِیْٓ اَمْوَالِکُمْ وَاَنْفُسِکُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِیْنَ
اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکُمْ وَمِنَ الَّذِیْنَ اَشْرَکُوْٓا اَذًی کَثِیْرًا
وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ 186

ترجمہ... (مسلمانو!) تمہیں اپنے مال و دولت اور جانوں کے معاملے میں (اور) آزمایا جائے گا اور تم اہلِ کتاب اور مشرکین دونوں سے بہت سے تکلیف دہ باتیں سنو گے اور اگر تم نے صبر اور تقویٰ سے کام لیا تو یقیناً یہی کام بڑی ہمت کے ہیں۔ (جو تمہیں اختیار کرنے ہیں) 186

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ لَتُبَیِّنُنَّہٗ لِلنَّاسِ
وَلَا تَکْتُمُوْنَہٗ فَنَبَذُوْہُ وَرَآءَ ظُہُوْرِہِمْ
وَاشْتَرَوْا بِہٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا فَبِئْسَ مَا یَشْتَرُوْنَ 187

ترجمہ... اور (ان لوگوں کو وہ وقت نہ بھولنا چاہیے) جب اللہ نے اہلِ کتاب سے یہ عہد لیا تھا کہ ''تم اس کتاب کو لوگوں کے سامنے ضرور کھول کھول کر بیان کرو گے اور اس کو چھپاؤ گے نہیں'، پھر انھوں نے اس عہد کو پس پشت ڈال دیا اور اس کے بدلے تھوڑی سی قیمت حاصل کر لی۔ اس طرح کتنی بری ہے وہ چیز، جو یہ مول لے رہے ہیں۔ 187

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا
وَّیُحِبُّوْنَ اَنْ یُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ یَفْعَلُوْا
فَلَا تَحْسَبَنَّہُمْ بِمَفَازَۃٍ مِّنَ الْعَذَابِ وَلَہُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ 188

ترجمہ... یہ ہرگز نہ سمجھنا کہ جو لوگ اپنے کیے پر بڑے خوش ہیں اور چاہتے ہیں کہ ان کی تعریف ان کاموں پر بھی کی جائے، جو انھوں نے کیے ہی نہیں، ایسے لوگوں کے بارے میں ہرگز یہ نہ سمجھنا کہ وہ عذاب سے بچنے میں کام یاب ہو جائیں گے۔ ان کے لیے دردناک سزا (تیار) ہے۔ 188

وَلِلّٰہِ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ 189

ترجمہ... اور آسمانوں اور زمین کی سلطنت صرف اللہ کی ہے اور اللہ ہر چیز پر مکمل قدرت رکھتا ہے۔ 189

فہم حدیث

انتقام نہ لینا اور معاف کر دینا

مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَجُلًا شَتَمَ اَبَا بَكْرٍ وَ النَّبِیُّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ جَالِسٌ یَتَعَجَّبُ وَ یَتَبَسَّمُ، فَلَمَّا اَكْثَرَ، رَدَّ عَلَیْهِ بَعْضَ قَوْلِهٖ، فَغَضِبَ النَّبِیُّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ، وَقَامَ فَلَحِقَهٗ اَبُوْبَكْرٍ وَقَالَ: یَارَسُوْلَ اللهِ! كَانَ یَشْتِمُنِیْ وَاَنْتَ جَالِسٌ فَلَمَّا رَدَدْتُّ عَلَیْهِ بَعْضَ قَوْلِهٖ غَضِبْتَ وَ قُمْتَ قَالَ: كَانَ مَعَكَ مَلَكٌ یَرُدُّ عَلَیْهِ فَلَمَّا رَدَدْتَّ عَلَیْهِ وَقَعَ الشَّیْطَانُ ثُمَّ قَالَ: یَا اَبَا بَكْرٍ ثَلٰثٌ كُلُّهُنَّ حَقٌّ مَا مِنْ عَبْدٍ ظُلِمَ بِمَظْلِمَةٍ فَیُغْضِیْ عَنْهَا لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ اِلَّا اَعَزَّ اللهُ بِهَا نَصْرَهٗ وَمَا فَتَحَ رَجُلٌ بَابَ عَطِیَّةٍ یُرِیْدُ بِهَا صِلَةً اِلَّا زَادَ اللهُ بِهَا كَثْرَةً، وَ مَا فَتَحَ رَجُلٌ بَابَ مَسْئَلَةٍ یُرِیْدُ بِهَا كَثْرَةً اِلَّا زَادَ بِهَا قِلَّةً۔ (رواہ احمد)

ترجمہ ۔۔۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کو گالیاں دیں اور رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے، (اور آپؐ اس شخص کے مسلسل گالیاں دینے پر اور ابو بکرؓ کے صبر کرنے اور خاموش رہنے پر) تعجب اور تبسم فرما رہے تھے، پھر جب اس آدمی نے بہت ہی زیادہ گالیاں دیں (اور زبان کو روکا ہی نہیں) تو ابو بکرؓ نے بھی اس کی بعض باتوں کو اُس پر اُلٹ دیا اور کچھ جواب دیا۔ پس! رسول اللہ ﷺ کچھ ناراضی کے ساتھ وہاں سے اٹھ کر چل دیے (حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اس سے بہت فکر لاحق ہوئی اور وہ بھی معذرت کے لیے اور حضور ﷺ کی ناراضی کا سبب معلوم کرنے کے لیے آپؐ کے پیچھے چلے)۔ پس! حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، آپ ﷺ کے پاس پہنچے اور عرض کیا: "اے اللہ کے رسول! (یہ کیا بات ہوئی کہ) وہ شخص مجھے گالیاں دیتا رہا اور آپ وہاں تشریف فرما رہے، پھر جب میں نے کچھ جواب دیا تو حضور ناراض ہو کر اُٹھ آئے؟" آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جب تک تم خاموش تھے اور صبر کر رہے تھے، تمہارے ساتھ اللہ کا ایک فرشتہ تھا، جو تمہاری طرف سے جواب دہی کر رہا تھا، پھر جب تم نے خود ہی جواب دیا تو (وہ فرشتہ تو چلا گیا اور) شیطان بیچ میں آ گیا (کیوں کہ اسے امید ہو گئی کہ وہ لڑائی کو اور آگے بڑھا سکے گا)۔" اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابو بکر! تین باتیں ہیں جو سب کی سب حق ہیں، پہلی بات یہ ہے کہ جس بندے پر کوئی ظلم و زیادتی کی جائے اور وہ محض اللہ عز و جل کے لیے اس سے درگزر کرے (اور انتقام نہ لے) تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اس کی بھرپور مدد فرمائیں گے (دنیا اور آخرت میں اس کو عزت دیں گے) اور دوسری بات یہ ہے کہ جو شخص صلۂ رحمی کے لیے دوسروں کو دینے کا دروازہ کھولے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے عوض اس کو اور بہت زیادہ دیں گے اور تیسری بات یہ ہے کہ جو آدمی (ضرورت سے مجبور ہو کر نہیں، بلکہ) اپنی دولت بڑھانے کے لیے سوال اور گداگری کا دروازہ کھولے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی دولت کو اور زیادہ کم کر دیں گے۔ (مسند احمد)

تشریح: انصاف کے ساتھ ظلم کا بدلہ لینا اگرچہ جائز ہے، لیکن فضیلت اور عزیمت کی بات یہی ہے کہ بدلہ لینے کی قدرت کے باوجود محض اللہ کے لیے معاف کر دے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ چوں کہ اخصّ الخواص میں سے تھے، اس لیے آپ نے ان کی طرف سے تھوڑی سی جواب دہی کو بھی پسند نہیں فرمایا۔ قرآن مجید میں بھی فرمایا گیا ہے: وَجَزٰٓؤُا سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَ اَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَی اللهِ (الشوریٰ 42:40) اور برائی کا (قانونی) بدلہ اسی کی مثل برائی ہے یعنی جس درجے کی زیادتی کسی نے کی، اس کے بدلے میں اس کے ساتھ اسی درجے کی زیادتی کی قانوناً اجازت ہے، لیکن اللہ کا جو بندہ انتقام نہ لے اور معاف کر دے اور صلح و اصلاح کی کوشش کرے تو اس کا خاص اجر و ثواب اللہ کے ذمے ہے۔

Shangrila
THE FOOD EXPERTS!
ہر کھانے کا اصل مزہ
شنگریلا سیزننگز سے بڑھا
SOY SAUCE
CHILLI SAUCE
WORCESTERSHIRE SAUCE
SYNTHETIC VINEGAR
کھانوں کو دیں نیا انداز شنگریلا سیزننگز کے ساتھ۔ دیسی کھانے ہوں یا چائنیز اور کانٹینینٹل،
خالص اجزاء سے تیار کردہ شنگریلا سیزننگز دے آپ کے کھانوں کو اصل مزہ۔
Chef Maida's Choice
www.shangrila.com.pk | ShangrilaPakistan | ShangrilaPakistan

اسوۂ حسنہ

ہماری زندگی خوب صورت ہو سکتی ہے

حضرت مولانا عبدالستار حفظہ اللہ

اللہ کے نبی ﷺ کی پیاری زندگی، انسانی زندگی کے لیے، انسانی معاشرے اور سوسائٹی کے لیے ایسی ہے، جیسے جسم کے لیے روح مسلمانوں کا اپنے نبی کے تذکرے، اپنے نبی ﷺ سے تعلق، محبت اور عظمت کا اظہار کسی دن ہفتے اور مہینے کے ساتھ خاص نہیں، یہ ہر مسلمان کی ضرورت ہے کہ وہ اپنے نبی ﷺ کی سیرت کو پڑھے، سنے، دیکھے اور اس پر مسلسل عمل کی کوشش کرتا رہے۔

حضرت ڈاکٹر عبد الحیی عارفی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک کتاب ہے "اسوۂ رسول اکرم" کیا ہی اچھا ہے کہ یہ ہر مسلمان کے سرہانے رکھی ہو۔ یہ کتاب اردو میں بھی ہے اور انگریزی میں بھی۔ بہت جامع ہے اور نبی ﷺ کی عملی سیرت کے متعلق ہے۔ آدمی اسے پڑھتا چلا جائے کہ میرے نبی ﷺ نے صبح کیسے گزاری، شام کیسے گزاری، اٹھے کیسے، سوئے کیسے، بازار کیسے گئے، اپنے خادموں کے ساتھ، ماتحتوں کے ساتھ کیا برتاؤ رکھا، اپنی اہلیہ اور گھر والوں کے ساتھ آپ کی کیا معاشرت رہی، اپنوں کے ساتھ کیا سلوک رہا اور پرایوں کے ساتھ کیا برتاؤ کیا، مصائب میں وقت کیسے گزرا، آزمائش میں گھڑیاں کیسی گزری ہیں، نعمتوں میں اللہ کے نبی ﷺ نے کیا کیا ہے، یہ ایک خوبصورت زندگی کا گلدستہ ہے، یہ تو مسلمانوں کی نظروں کے سامنے ہونا چاہیے۔

اجتماعی زندگی کی ضروریات کے لیے اور اس انسان کی خواہشات کے لیے، بڑی صلاحتیں اور توانائیاں صرف ہو رہی ہیں، لیکن ان آسائش اور آرائش میں رہے گا کون۔۔۔؟ وہ انسان جو بسا اوقات بچھو سانپ اور بھیڑیا بن جاتا ہے اور اجتماعی زندگی تب شان دار ہو گی جب قوم کے افراد تربیت یافتہ ہوں۔ آج اس طرف توجہ نہ ہونے کے برابر ہے کہ فرد کو بھی بنانا ہے، افراد بھی تیار کرنے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا اتنا بڑا انقلاب۔۔۔ 23 سالہ زندگی! اور ساری دنیا کی کایا پلٹ دی۔ آپ نے کیا کیا۔۔۔؟ آپ ﷺ نے افراد بنائے۔ شخصیت پر محنت کی، انسانیت پر محنت کی، فرد کو بنایا اور ایسا کہ سبحان اللہ! ان افراد کا جو مجموعہ بنا تو پھر کیسا شان دار نتیجہ آیا۔۔۔!

کوئی ہم سے کہہ دے میاں! اینٹیں کتنی ہی کم زور کیوں نہ ہو، عمارت بنے گی تو بڑی مضبوط ہو جائے گی۔ افراد کتنے ہی گرے ہوئے کیوں نہ ہو، جماعت

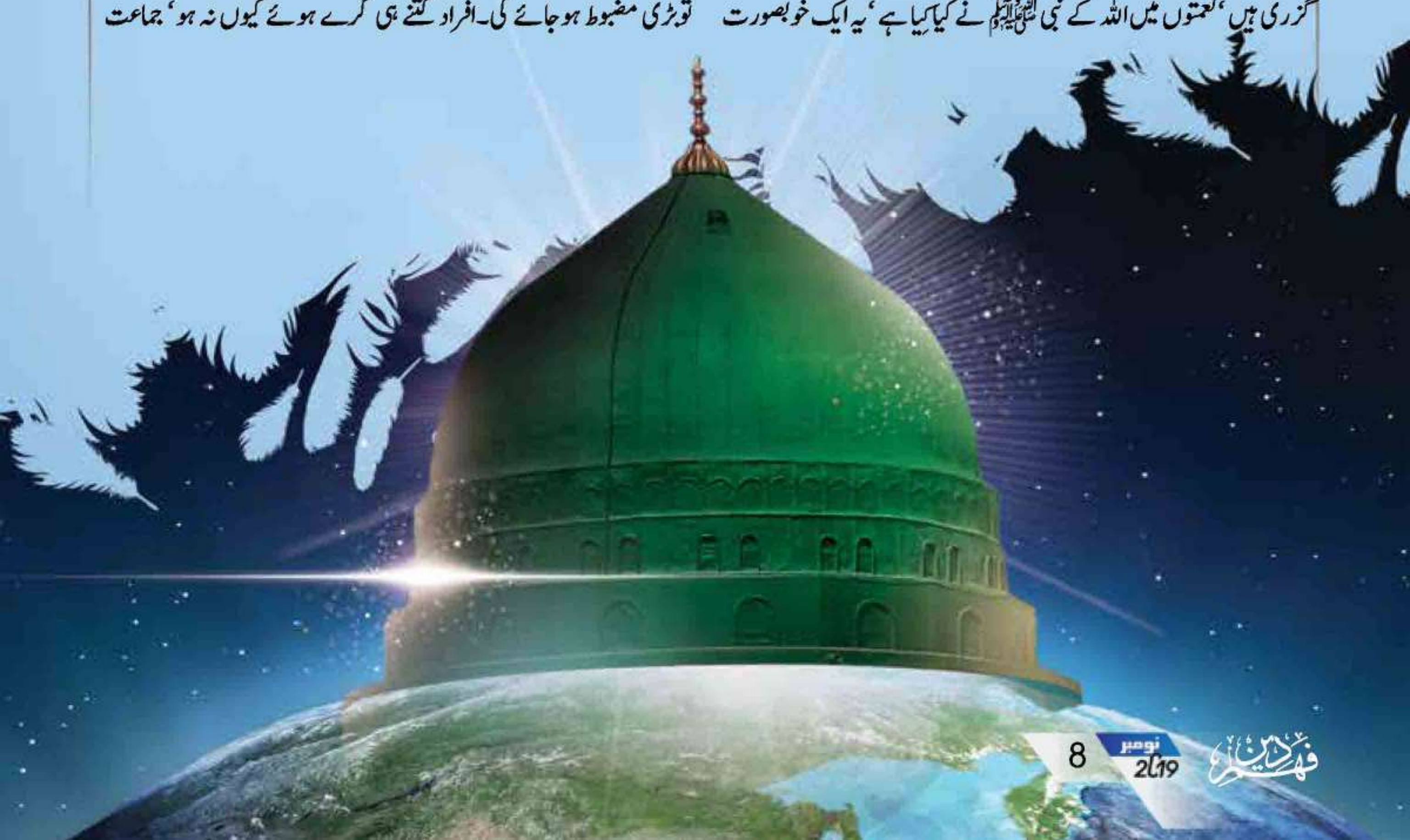

بن جائے گی تو بہت قیمتی ہو جائے گی۔ لوگ گھٹیا کیوں نہ ہوں' عہدوں پہ آجائیں گے تو بڑے اچھے نتائج دیں گے۔ کس نے کہہ دیا یہ۔۔۔؟ اینٹیں کچی ہوں گی تو عمارت کیسے مضبوط ہو سکتی ہے۔۔۔؟ افراد بگڑے ہوئے ہوں گے تو کیسے منزل تک پہنچیں گے۔۔۔؟ کیسے منصوبے کامیاب ہو سکتے ہیں۔۔۔؟ افراد سازی' پیغمبر کے انقلاب اور تبدیلی کی بنیاد ہے اس لیے معاشرے کو کامیاب بنانا ہے تو' افراد بنائیں۔۔۔!

مدین میں جب مسلمانوں کو فتح ہوئی اور فتح کے بعد مالِ غنیمت کو اکٹھا کیا جانے لگا۔ سارا مال اکٹھا ہو گیا۔ اتنے میں ایک شخص آیا۔ چادر میں چھپائی ہوئی بہت قیمتی چیز' اس غنیمت کے ڈھیر میں رکھنے لگا اور اس چیز کی مالیت اور قیمتی ہونے کا یہ حال تھا کہ سارا غنیمت کا مال ایک طرف اور وہ چیز ایک طرف تو غنیمت میں کھڑے ہونے والا ذمے دار کہنے لگا:

"یہ اتنی قیمتی چیز ہے۔ تمہارا نام کیا ہے؟"

وہ شخص کہنے لگا: "جس کی عظمت میرے دل میں ہے اور جس کی خاطر میں یہ امانت تیرے سپرد کر رہا ہوں' وہ میرا نام بھی جانتا ہے!"

قیمتی سے قیمتی چیز۔۔۔ کوئی نظر نہیں دیکھ رہی' کسی فرد کی طاقت وہاں تک نہیں پہنچی' قانون کی رسائی وہاں نہیں' لیکن انسان جو بن گیا۔۔۔ مجال ہے کہ وہ خیانت کرے' مجال ہے قومی ذمے داریوں میں کوتاہی اور خیانت سے کام لے' مجال ہے قومی خزانے کے اندر خیانت سے کام لے۔۔۔ انسان جو بن گیا اور اگر بشری تقاضے کی وجہ سے کہیں کوتاہی ہو بھی گئی تو بڑی سے بڑی سزا کے لیے اپنے آپ کو خود پیش کیا جا رہا۔

ایک شخص آیا' کہنے لگا: "یا رسول اللہ! مجھ پہ حد جاری کیجیے! مجھ سے زنا ہو گیا ہے۔" اللہ کے نبی ﷺ نے اسے واپس کر دیا' پھر آیا اور کہنے لگا: "یا رسول اللہ! زنا ہو گیا ہے۔" آپ ﷺ نے پھر واپس کر دیا۔ تیسری مرتبہ آپ ﷺ نے اس کے رشتے داروں سے پوچھا: "یہ کیا بات کر رہا ہے۔ اس کے دماغ میں کوئی خلل تو نہیں؟" کہنے لگے: "یا رسول اللہ! اچھا بھلا انسان ہے۔ معمول کی زندگی گزار رہا ہے۔"

وہ یہ جانتا تھا کہ میرے اس اقرار اور اس اعتراف کی سزا کیا ہے' اُسے پتا تھا کہ گڑھا کھودا جائے گا اور میرا آدھا جسم اندر ہو گا اور آدھا باہر ہو گا اور لوگ پتھروں سے مجھے سنگسار کر دیں گے۔ میری سزا یہ ہے' وہ یہ جانتا تھا کہ میرے اقرار اور اعتراف سے مجھے یہ سزا ملے گی' لیکن سبحان اللہ! تربیت بھی عجیب چیز ہے۔ انسان جب سنور جائے اور انسان جب بن جائے' جب اللہ کی عظمت اور اللہ کی بڑائی اور اللہ کا خوف دل میں آ جائے' بشری تقاضے کی وجہ سے کمزوری ہو بھی جائے تو جرم پہ نہیں کھڑا ہو سکتا۔۔۔ جرم اس کے لیے قابلِ برداشت ہو جاتا ہے' جب تک توبہ نہ کر لے' جب تک اپنے اوپر سزا جاری کر کے گناہوں کی گندگی صاف نہ کر لے' چین نہیں آتا۔ رسول اللہ کی تربیت اور محنت سے جب افراد بنے' انسان سنورا' تب دنیا میں تبدیلی آئی' آئندہ بھی جب کسی معاشرے کو کامیاب بنانا ہو گا تو فرد کو بنانا ہو گا۔

اسباب اور وسائل تھوڑے ہی کیوں نہ ہوں' لیکن ان سے کام لینے والے انسان اچھے ہوں تو نتائج اچھے آیا کرتے ہیں اور اسباب و وسائل اور مشینریاں بہت ہی کیوں نہ ہوں' ان سے کام لینے والے انسان اچھے نہ ہوں تو سارے نتائج صفر ہو جاتے ہیں۔ پیغمبر کی زندگی' پیغمبر کی سیرت' انسان سازی کا سرمایہ ہے' لیکن بد قسمتی یہ ہے کہ ہماری دانش گاہیں' ہمارے تعلیمی ادارے' ہماری تربیت گاہیں' جہاں ہماری نئی نسل پروان چڑھ رہی ہے' وہ نبی کی سیرت سے خالی ہیں۔ سیرتِ طیبہ کہنے کو تو سبھی کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کی زندگی خوب صورت بھی ہے اور باکمال بھی' لیکن غور کرنا چاہیے کہ آج ہماری زندگیوں میں اس سیرت پر عمل کتنا ہے۔۔۔؟ اپنے نبی کی سیرتِ طیبہ پر اعتماد کتنا ہے۔۔۔ ہماری فلاح' ہماری نجات' ہماری کامیابی کا واحد نسخہ صرف محمد رسول اللہ ﷺ کی زندگی ہے۔

اچھے گھر' اچھے ادارے' اچھی قومیں' اچھا معاشرہ وہاں ہوا کرتا ہے' جہاں انسانی قدریں زندہ ہوں' جہاں انسانی اخلاق میں بہار ہو۔ اگر ہم اپنے گھروں کو خوب صورت بنانا چاہتے ہیں اپنی معاشرت خوب صورت بنانا چاہتے ہیں' اپنے بچے' بچیوں کی زندگیاں خوب صورت بنانا چاہتے ہیں' اپنی سوسائیٹیاں خوب صورت بنانا چاہتے ہیں تو نسخہ ایک ہی ہے اور وہ محمد رسول اللہ ﷺ کی زندگی۔ ہاں! یہ اللہ نے فرمایا ہے کہ "نبی کی زندگی کو نمونہ وہی بناتے ہیں' جنہیں اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی بات پر ایمان ہے۔" تو رسول اللہ ﷺ کی زندگی' یہ ہماری سب سے بڑی ضرورت ہے۔

ضروری محسوس ہوتا ہے کہ روزانہ کچھ وقت نکال کر ڈاکٹر عبدالحیی عارفی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "اسوۂ رسول اکرم" پڑھی جائے اور مزید وقت نکل سکے "قاضی سلیمان مبارک پوریؒ" کی ایک کتاب ہے "رحمۃ للعالمین" وہ پڑھیں اور پھر اپنی زندگیاں اُس سیرت کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کریں' اللہ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

"ایک منٹ مسٹر عبداللہ! آپ کی بکواس سے سر میں درد شروع ہوگیا ہے' پڑھانا نہیں آتا تو کہیں جاکر گھاس بیچیں۔

عبداللہ کی پروگرامنگ لینگویج کی کلاس میں دیے جانے والے لیکچر کو ایک امریکہ پلٹ طالبعلم نے انتہائی بدتمیزی سے روکا۔

اُسکا نام تھا۔۔۔۔۔ خیر چھوڑیں' نام میں کیا رکھا ہے' لوگ انبیائے کرام علیہم السلام' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ناموں پر نام رکھ لیتے ہیں'

اب آدمی کو حیا آتی ہے نام کے ساتھ کوئی شکایت کرتے ہوئے۔ عبداللہ کے کیریئر کا نیا نیا آغاز تھا' اس کی انگریزی پر مہارت اور لہجے میں روانی بھی واجبی سی تھی'

اس بے داغ اور امریکن لب و لہجے کی انگریزی میں بے عزّتی پر اسکے اوسان ہی خطا ہوگئے' تکنیکی اعتبار سے وہ جو کچھ پڑھا رہا تھا' وہ ٹھیک تھا'

مگر جب طالبِ علم استاد کو بے عزّت کرنے کی ٹھان لے تو اس میں اور خودکش حملہ آور میں کوئی فرق نہیں رہتا' کوئی طریقہ نہیں کہ بندہ زد سے بچ جائے'

عبداللہ لیکچر جاری نہ رکھ پایا' حتیٰ کہ اس نے وہ کلاس ہی چھوڑ دی اور ایک ساتھی استاد سے کلاس بدل لی۔

وہ طالب علم عبداللہ کو ہمیشہ یاد رہا' اس نے اسے نمبر 1 کا خطاب دیا'

عبداللہ نے جان لیا کہ زندگی میں ایسے لوگ آتے رہیں گے جو کچھ سیکھ کر' علم حاصل کرکے' کسی مقام پر پہنچ کر' آپ کو اپنے جوتے کی نوک پر رکھ دیں گے۔

احسان ماننا تو دور کی بات' یہ بات بھی گوارا نہیں کریں گے کہ کوئی ان سے آپ کی نسبت ہی بیان کرے۔

عبداللہ نے اس تجربے سے دو باتیں سیکھیں' پہلی یہ کہ: کچھ لوگ پیتل ہوتے ہیں۔ ہر آنے والے طالبِ علم کو سونا سمجھتے ہوئے اس کی تربیّت کرنی چاہیے'

مگر جب وہ مدِّمقابل آجائے تو خاموشی سے اسے سونے کی کیٹیگری سے نکال کر پیتل کے خانے میں رکھ دینا چاہیے اور آگے بڑھنا چاہیے کہ زندگی پڑی ہے۔

دوسری بات یہ کہ: استاد کا ادب کرنا چاہیے' احسان ماننا چاہیے' خواہ آپ نے کتنی چھوٹی سی بات ہی کیوں نہ سیکھی ہو' شکر ادا کرنا چاہیے۔

غرور کی نشانی ہے کہ بندہ اپنی شخصیّت کی تعمیر میں کسی کا کردار نہ مانے' کبھی بھی استاد کے سامنے نہیں بولنا چاہیے'

اپنی رائے تک پیش نہ کرے' جب تک پوچھی نہ جائے۔ یہ ایسا رشتہ ہے جس میں احترام زبان پر کیا' آنکھوں اور سوچ تک پر واجب ہے۔

کنویں میں تھوکنے والے کی پیاس چھن جایا کرتی ہے اور جس کی پیاس چھن جائے' اس کی زندگی بے معنیٰ رہ جاتی ہے'

استاد کی بددعا پڑھا لکھا سب غارت کردیتی ہے' استاد کا احترام علم کی ایکسپائری ڈیٹ ہے' جس دن گیا' علم زہر بن جاتا ہے۔

زندگی گزرتی رہی اور عبداللہ کے یہ نمبر زبڑھتے چلے گئے' کوئی طالبِ علم کچھ ہفتوں میں پیتل ہوا تو کوئی کچھ سالوں میں کھلا۔

بڑھتے ہوئے ہر نمبر کے ساتھ عبداللہ محتاط ہوتا چلا گیا۔ صبر و برداشت تو ویسے ہی معاشرے سے عنقا ہیں' ادب اور تمیز بھی گئے۔

طالبِ علم آتے گئے اور جاتے گئے' ان کی تمام تر تعظیم' محبت اور تشکّر سمسٹر کے گریڈ آنے تک رہا۔ اِدھر نتائج کا اعلان ہوا' اُدھر طالبِ علموں نے آنکھ پھیری۔

ایک نیا رواج چل نکلا کہ سالانہ اختتامی فنکشن میں گریجویٹ ہونے والے یہی شاگرد اپنے استادوں کی پیروڈی کریں اور داد پائیں۔

عبداللہ ان فنکشنز کو اٹینڈ کرنے کی ہمّت کبھی نہ جوڑ سکا۔

عبداللہ کو ہمیشہ سے تلاش رہی کہ کوئی آئے جسے عبداللہ وہ سب کچھ سکھا سکے جو اسے آتا ہے' تاکہ

جب وہ دنیا میں نہ رہے تو کوئی اس کے پیغام' اس کی کوششوں کو آگے پہنچا سکے' آگے پھیلا سکے۔

فیس بک پر بننے والے شاگرد تو پانی کے بلبلے سے بھی گئے گزرے کہ اسے بھی کچھ دیر کو ثبات ہے۔

"یا حضرت" اور "شیخ جی" سے "حرام زادے" تک پہنچنے کا دورانیہ فیس بک پر 18 منٹ ہے۔ ان جز وقتی خود غرض لوگوں کو تو وہ سرے سے شاگرد گنتا ہی نہ تھا۔

32 نمبر پر تو عبداللہ نے خوب محنت کی' سال سے زائد عرصے تک پڑھاتا رہا اور اس کی ہر جگہ مدد کی'

تعلیم کے میدان سے لے کر معاشی و خانگی مسائل تک' زندگی کو جینے سے لے کر لوگوں میں اعتماد کی بحالی تک' بقیہ ص نمبر 19 پر

33 نمبر

ڈاکٹر ذیشان الحسن عثمانی

Perfect®
Freshener
رہو خوشبوؤں میں
Mubarak
Just Feels Right
Perfect
Freshener
Room
Freshener
Mubarak
مُبارک
LA PERFUME
DRY
300ml
perfectairfreshener
PFreshener
www.se.com.pk
https://www.daraz.pk/shop/house-of-perfect
Imported & Marketed by
Shakeel Enterprises
www.se.com.pk

حضرت ربیع بن خُثَیم رحمۃ اللہ علیہ

محمد حذیفہ رفیق

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، نبی کریم ﷺ سے انتہائی قریب تھے اور کثرت سے آپ علیہ السلام کے گھر میں آتے جاتے تھے، یہاں تک کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب ہم یمن سے مدینہ منورہ آئے تو کافی عرصے تک عبداللہ بن مسعود کو نبی کریم ﷺ کے اہلِ بیت میں سے سمجھتے تھے، کیوں کہ ان کا اور ان کی والدہ کا نبی ﷺ کی خدمت میں (بلاتکلّف) آنا جانا تھا، اسی وجہ سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ طور طریقے اور انداز وادا میں نبی کریم ﷺ کے سب سے زیادہ قریب تھے۔

اس کے ساتھ ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا علمی مقام بہت بلند اور برتر تھا، خود نبی کریم ﷺ کی احادیث میں وارد ہے (جس کا مفہوم ہے): ''میں اپنی امت کے لیے وہ پسند کرتا ہوں، جو عبداللہ پسند کرتے ہیں۔'' اور ''جو چاہتا ہے کہ قرآن پاک کو اچھے انداز میں ایسے پڑھے، جیسے وہ نازل ہوا، تو وہ عبداللہ کی قراءت کے مطابق پڑھے۔''

نیز فرمایا: ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں 71ھ میں جب ایک نیا شہر کوفہ آباد کیا تو وہاں کے لوگوں کو دین سکھانے کے لیے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو کوفہ بھیجا اور ساتھ ہی اس بات کا بھی اظہار کیا کہ انھیں خود حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ضرورت ہے، چناں چہ امیر المؤمنین نے فرمایا: ''میں نے کوفہ والوں کو اپنے اوپر ترجیح دے کر عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) کو وہاں بھیجا ہے، عبداللہ ہم میں دین اور علم میں سب سے آگے ہیں، وہ تو (جیسے کہ) چھوٹا سا مٹکا ہے، لیکن علم سے بھرا ہوا ہے۔'' اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس شہر کو علم سے آباد کر دیا، بڑے بڑے علما، فقہا اور محدّثین وہاں پیدا ہوئے، جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے زمانۂ خلافت میں کوفہ تشریف لائے تو اتنی بڑی تعداد میں علما دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا: ''اللہ تعالیٰ عبداللہ پر رحم فرمائے، انھوں نے اس بستی کو علم سے بھر دیا!''

کوفہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مایہ ناز شاگردوں میں سے ایک خاص شاگرد حضرت ربیع بن خُثَیمؒ بھی تھے۔

◆◆◆

تعارف: آپ کی کنیت ابو یزید تھی، حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں پیدا ہوئے، لیکن چوں کہ آپ ﷺ کی زیارت نہ کر سکے، اس لیے صحابی تو نہ بنے، البتہ بڑے تابعین میں شمار ہوتا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود اور ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہما سے احادیث سنیں، بالخصوص ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے بہت قریبی شاگرد رہے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھی ان کی بہت قدر کرتے اور تعریف فرماتے تھے۔ جب ربیعؒ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ہوتے تو کسی تیسرے شخص کو اس وقت آنے کی اجازت نہیں ہوتی جب تک کہ ان دونوں حضرات کی مجلس برخاست نہ ہو جائے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان سے فرماتے تھے: ''اے ابو یزید! اگر رسول اللہ ﷺ تمھیں دیکھ لیتے تو بہت محبت فرماتے۔'' عامر شعبیؒ اور ابراہیم نخعیؒ جیسے علما نے ربیع بن خُثَیمؒ سے احادیث سنیں اور علم حاصل کیا۔

◆◆◆

زبان کی حفاظت: ربیعؒ کی ایک بہت عجیب اور قابلِ رشک صفت یہ تھی کہ اپنی زبان کی خوب نگہ داشت فرماتے، اپنے ہر جملے کی فکر فرماتے، کہیں کوئی جملہ بے کار اور بے فائدہ نہ ہو اور قیامت کے دن اس کے متعلق پوچھ نہ لیا جائے۔ چناں چہ ان کے ایک

شاگرد کہتے ہیں: "میں بیس سال ربیع بن خُثَیمؒ کی صحبت میں ان کے ساتھ رہا، میں نے اس طویل عرصے میں ان کے منہ سے کوئی ایک لفظ بھی ایسا نہیں سنا جو قابلِ مذمّت ہو۔" اور بعض کہتے ہیں کہ: "خیر اور بھلائی کے علاوہ کوئی بات کبھی ان سے سنی ہی نہیں گئی۔"

جس کے سامنے قرآن کریم کی یہ آیت ہو اور اس کا کامل استحضار ہو کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: مَا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ (18) کہ "انسان کوئی بھی بات زبان سے نکالتا ہے تو اس کے پاس ایک نگران تیار رہتا ہے۔" (قٓ: 18) پھر کیسے اس سے بے کار گفتگو اور گپ شپ ہوگی اور غیبت، تہمت، بہتان، طعن و تشنیع، مذاق اڑانا اور جھوٹ سے تو مکمل حفاظت ہو جائے گی، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس آیت کا دھیان اور یقین نصیب فرمائے آمین!

◆◆◆

نماز اور قرآن: قبیلہ اسلم کے ایک شخص کہتے ہیں: "ربیع بن خُثَیم جب سجدے میں جاتے تھے تو ایسے ہو جاتے تھے جیسے کہ کوئی کپڑا بچھا ہوا ہے (ذرا بھی حرکت نہیں ہوتی تھی)، چھوٹے چھوٹے پرندے آکر ان کی پیٹھ پر بیٹھ جاتے تھے۔"

آخری عمر میں فالج زدہ ہو گئے تھے، جسم کا آدھا حصّہ بالکل بے کار ہو گیا تھا، اس کے باوجود دو آدمیوں کے سہارے سے گھسٹتے ہوئے محلے کی مسجد میں تشریف لاتے تھے، جاننے والے ان سے کہتے تھے: "اے ابو یزید، اللہ تعالیٰ نے آپ کو رخصت دی ہے، آپ گھر میں نماز پڑھ لیں تو آپ کے لیے زیادہ اچھا ہے اور اس میں آسانی بھی ہے۔" جواب میں فرماتے: "بات تو یہی ہے، لیکن میں مؤذن کی آواز حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ (آؤ کامیابی کی طرف) کو سنتا ہوں اور جو مؤذن کی آواز سنے اس کو چاہیے کہ مسجد میں حاضر ہو، خواہ رینگتا ہوا آئے یا گھٹنوں کے بل پہنچے۔"

ایسے عذر میں یقیناً شریعت میں رخصت ہے، لیکن جس کی نظر میں جنت کی اعلیٰ منازل اور اونچے مراتب ہوں، اس کے لیے ہر مشقّت جھیلنا آسان ہے!

رات کا بیش تر حصّہ نماز میں اور آہ وزاری میں گزرتا اور کبھی کبھار پوری پوری رات مصلّے پر ہی بیتتی تھی، نوافل میں کھڑے ہو کر خوب روتے، والدہ کہتیں: "بیٹا ربیع! سوتے کیوں نہیں ہو؟" فرماتے: "اماں جان! جسے اپنی ہلاکت کا خوف ہو، اسے بھلا کیسے نیند آسکتی ہے۔" ان کا گریہ اور رونا دیکھ کر والدہ پوچھتیں: "بیٹا! کیا تجھ سے کوئی قتل ہو گیا ہے جو اتنا زیادہ رو رہا ہے؟" فرماتے: "جی اماں جان، مجھ سے قتل ہو گیا ہے!" فرماتی تھیں: "وہ کون ہے؟ ہم اس سے معاف کروالیں گے اور تمہارا تو رات کا جاگنا اور رونا جو بھی دیکھے گا وہ ضرور معاف کر دے گا۔" ربیع کہتے: "اماں جان! میں نے اپنے آپ کو ہی (بد اعمالیوں سے) قتل کیا ہے!"

نصیر کہتے ہیں: "میں نے ایک رات ربیع کے ساتھ گزاری، وہ رات کو تہجد کے لیے کھڑے ہوئے تو نماز میں یہ آیت تلاوت فرمائی: أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَن نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَوَاءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ کہ: "جن لوگوں نے برائیاں کی ہیں، کیا ان کا خیال ہے کہ ہم ان کو ان لوگوں کے برابر کر دیں گے، جو ایمان لائے اور جنھوں نے نیک عمل کیے کہ ان کا جینا اور مرنا ایک طرح کا ہو جائے گا؟ کیا ہی غلط دعوے ہیں، جو یہ لوگ کرتے ہیں۔" (الجاثیۃ: 21) یہ آیت پڑھتے جا رہے تھے اور روتے جا رہے تھے، یہاں تک کہ فجر کی اذان تک یہی آیت پڑھتے رہے اور روتے رہے!!" درحقیقت قرآن دلوں پر ایسے ہی اور اس سے زیادہ اثر کرنے والی کتاب ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس درد کا کچھ حصّہ نصیب فرمائے، تاکہ ہمارے دل بھی قرآن سے متاثر ہوں۔ آمین!

◆◆◆

اخلاص: فرماتے تھے: "جو بھی عمل اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے لیے کیا گیا ہوگا، وہ ختم ہو جائے گا، برباد ہو جائے گا!" ربیعؒ کی باندی کہتی ہیں: "ربیع کے سارے اعمال پوشیدہ ہی تھے، اگر وہ تلاوت کر رہے ہوتے تھے اور کوئی آجاتا تو (اپنی تلاوت کو اس سے چھپانے کے لیے) قرآن مجید کو رومال وغیرہ سے ڈھانپ لیتے تھے۔" آخری عمر میں فالج کی بیماری میں انھیں مرغی کا گوشت کھانے کی چاہت ہوئی، کئی دن کے بعد گھر والوں سے کہا کہ: "مجھے کئی دن سے مرغی کھانے کی چاہت ہو رہی ہے، لیکن میں سوچ رہا تھا کہ اس چاہت کو دبا دوں، لیکن اب رغبت بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔" گھر والوں نے کہا: سبحان اللہ! یہ کون سی ایسی بڑی چاہت ہے جس کو آپ اتنے دن تک دبا رہے تھے، یہ تو ایک اچھی اور حلال چیز ہے۔ گھر والوں نے مرغی منگوائی، روٹی اور سالن تیار کر کے دستر خوان پر سجا دیا، ابھی کھانا شروع ہی کیا تھا کہ دروازے سے ایک سائل نے آواز لگائی: اللہ کے نام پر صدقہ دے دو، اللہ تمھیں برکت دے گا۔ یہ سنتے ہی کھانا چھوڑ دیا اور گھر والوں سے کہا: یہ فقیر کو دے دو، انھوں نے کہا: اسے پیسے دے دیتے ہیں، فرمایا: پیسے بھی دے دو اور کھانا بھی! یہ بہت بڑی قربانی ہے اور قابلِ رشک صدقہ ہے، رسول اللہ ﷺ اور صحابہ میں بھی اسی طرح کا ایثار اور صدقہ کے جذبہ تھا کہ اپنی محبوب اور پسندیدہ چیز، بلکہ ضرورت اور حاجت کی چیز کو بھی اللہ کے نام پر صدقہ کر دیتے تھے۔

◆◆◆

یادِ آخرت: ابو وائل کہتے ہیں: ہم عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ جا رہے تھے، ربیع بن خثیمؒ بھی ساتھ تھے، ایک لوہار کے پاس سے گزرے، اس نے لوہے کو آگ میں ڈالا ہوا تھا، یہ منظر دیکھتے ہی ربیعؒ چکرانے لگے، تھوڑا آگے جا کر ایک بھٹّی میں آگ جل رہی تھی، جس سے دھواں نکل رہا تھا، اسے دیکھ کر عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی:

إِذَا رَأَتْهُم مِّن مَّكَانٍ بَعِيدٍ سَمِعُوا لَهَا تَغَيُّظًا وَزَفِيرًا ﴿١٢﴾
وَإِذَا أُلْقُوا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِينَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُورًا ﴿١٣﴾

"جب یہ آگ ان کو دور سے دیکھے گی تو یہ لوگ (دور ہی سے) اس کا جوش مارنا اور چنگھاڑنا سنیں گے ○ اور جب یہ دوزخ کے اندر ایک تنگ جگہ میں ہاتھ پاؤں جکڑ کر ڈال دیے جائیں گے تو وہاں موت کو پکاریں گے۔" (الفرقان: 12-13)

یہ سننا تھا کہ (آخرت اور جہنم کی یاد سے) بے ہوش ہو گئے، گھر لایا گیا، ظہر، عصر اور مغرب کی نمازیں گزر گئیں اور ربیعؒ کو ہوش نہیں آیا تھا، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بہت پریشان تھے، مغرب کے بعد جا کر ہوش آیا تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو اطمینان ہوا۔ اعمشؒ (اس زمانے کے ایک بڑے محدّث) فرماتے ہیں: "میں بھی لوہار اور بھٹی کے پاس گیا، تاکہ مجھ پر بھی آخرت کی یاد کا وہ اثر ہو جو ربیعؒ پر ہوا تھا، لیکن مجھ پر وہ اثر نہیں ہو سکا!" اس کے علاوہ بھی ربیعؒ بہت روتے تھے، یہاں تک کہ ان کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھی اور پھر کہتے تھے: أَدْرَكْنَا أَقْوَامًا كُنَّا فِي جُنُوبِهِمْ لُصُوصًا کہ "ہم نے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے، جن کے مقابلے میں ہم تو چور ہیں (یعنی صحابہ)!!"

63ھ میں انتقال ہوا، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ربیع بن خثیمؒ جیسی آخرت کی یاد اور اس کی تیاری کی توفیق عطا فرمائے۔

بے مثال شوہر

محمد سعد

زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے افراد کے لئے اگر مجموعی طور پر کسی ہستی کو سب سے زیادہ موزوں اور آئیڈیل قرار دیا جاسکتا ہے، تو وہ حضور ﷺ کی ذاتِ اقدس ہے۔ آپ ﷺ کا ہر طرزِ عمل امت کے لئے مشعلِ راہ ہے۔ زندگی کے مختلف شعبوں میں ایک اہم شعبہ "ازدواجی زندگی" ہے، نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کے جہاں اور بہت سے پہلو ہیں، وہاں ایک پہلو یہ بھی ہے کہ آپ پیغمبر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک "شوہر" بھی ہیں۔ گھر میں بحیثیتِ شوہر آپ کا طرزِ عمل کیا تھا؟ آئیے اس پر نظر ڈالتے ہیں۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ جب گھر تشریف لاتے تو ازواجِ مطہرات کے ساتھ مروت اور حسنِ اخلاق سے پیش آیا کرتے تھے۔ ایک حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "تم میں سب سے زیادہ بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں سے اچھا سلوک کرے، اور میں تم میں سب سے زیادہ اپنے گھر والوں سے اچھا سلوک کرنے والا ہوں"۔ ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "مومنوں میں اس آدمی کا ایمان سب سے زیادہ کامل ہے، جو اخلاق کے اعتبار سے سب سے زیادہ اچھا ہو، اور جس کا رویہ اپنی بیوی سے لطف و محبت والا ہو"

حضرت ابو عبداللہ الجدلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ آپ ﷺ کا اپنے گھر والوں کے ساتھ کیسا رویہ تھا؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: "آپ ﷺ اخلاق کے اعتبار سے سب سے زیادہ بہتر تھے، نہ فحش بات کرنے والے تھے، نہ فحش کام کرنے والے تھے، نہ بازاروں میں آواز لگانے والے تھے اور نہ ہی برائی کا بدلہ برائی سے دیتے تھے بلکہ عفو و درگزر سے کام لیتے تھے۔

آپ ﷺ نے بیویوں کو مارنے سے سختی سے منع فرمایا۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے ازواجِ مطہرات کو نہ کبھی مارا اور نہ ہی کبھی کسی عورت کا مارا۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: "اس مرد کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جو دن کے وقت عورت کو غلام کی طرح مارے اور رات کو اس سے صحبت کرے"۔ یعنی کتنی بداخلاقی کی بات ہے کہ انسان اپنی بیوی سے نوکروں اور خادموں والا رویہ رکھے، اور پھر رات کو اس کے پاس جا کر اپنی حاجت بھی پوری کرے۔

نبی اکرم ﷺ نے گیارہ نکاح فرمائے تھے۔ آپ ﷺ تمام ازواجِ مطہرات کے مابین ہر لحاظ سے انصاف فرماتے، اور ہر معاملے میں ان کے درمیان برابری کا اہتمام فرماتے۔ آپ ﷺ نے تمام ازواجِ مطہرات کے لئے باریاں مقرر کر رکھی تھیں، باوجودیکہ آپ پر بیویوں کے درمیان عدل و انصاف اور باریاں مقرر کرنا لازم نہیں تھا۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ باریاں مقرر فرماتے اور انصاف فرماتے، اور یہ کہا کرتے، "یااللہ یہ میری تقسیم ہے، جس پر میں قدرت رکھتا ہوں، آپ مجھے اس معاملے پر ملامت نہ کریں، جس پر آپ قدرت رکھتے ہیں، میں قدرت نہیں رکھتا"۔ مراد یہ ہے کہ ظاہری طور پر تو میں انصاف اور برابری کرتا ہوں، لیکن جہاں تک دل کا معاملہ ہے وہ میرے اختیار میں نہیں، بلکہ اس پر آپ ہی قدرت رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ کو ازواج مطہرات میں سے سب سے زیادہ محبت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے تھی۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ باریوں کی اتنی پابندی فرماتے کہ ہم میں سے کسی کو کسی پر ترجیح نہ دیتے تھے، شاذ و نادر ہی ایسا ہوتا کہ آپ ﷺ تمام ازواجِ مطہرات کے گھر تشریف لے کر نہ گئے ہوں۔ آپ ﷺ عصر کی نماز پڑھ کر جب فارغ ہوتے تو تمام ازواجِ مطہرات کے گھر تشریف لے کر جاتے، اور سب کے حالات معلوم کرتے۔ جب رات ہوتی تو وہیں تشریف لے جاتے، جہاں باری ہوتی، اور رات وہیں بسر کرتے۔

آپ ﷺ نے تمام ازواجِ مطہرات کے لئے ایک دن اور ایک رات کی باری مقرر کر رکھی تھی، سوائے سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کے، کیونکہ انہوں نے اپنے دن کی باری سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دی تھی۔ اسی مضمون سے متعلق ایک واقعہ منقول ہے کہ ایک بار سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے سیدہ عائشہ صدیقہ

رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ اگر نبی اکرم ﷺ کو مجھ سے راضی کردو تو میں اپنی باری تمہیں بخش دوں گی۔ چنانچہ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کی باری کے دن سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”عائشہ! تم کیسے آگئیں؟ واپس جاؤ، یہ صفیہ کی باری ہے“۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ یہ اللہ کا فضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے، دیتا ہے۔ پھر سارا واقعہ آپ ﷺ کے سامنے عرض کیا تو آپ ﷺ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا سے بہت خوش ہوئے۔

آپ ﷺ ازواجِ مطہرات کے درمیان عدل وانصاف کا اس قدر اہتمام فرماتے کہ جب آپ ﷺ کا کسی سفر پر جانے کا ارادہ ہوتا تو آپ ﷺ تمام ازواجِ مطہرات کے درمیان قرعہ ڈالتے، جس کا نام قرعہ میں نکل آتا وہی زوجہ محترمہ آپ ﷺ کے ساتھ سفر پر روانہ ہوتیں۔ اس طریقے سے نہ کسی کے ساتھ زیادتی ہوتی، نہ کسی کی دل آزاری ہوتی۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ آپ ﷺ گھر میں کون سے کام سرانجام دیا کرتے تھے؟ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں ارشاد فرمایا: ”آپ ﷺ وہ تمام کام گھر میں کیا کرتے تھے جو مرد کرتے ہیں، آپ ﷺ کپڑوں میں پیوند لگا لیتے، جوتے گانٹھ لیا کرتے، بکری کا دودھ دوہ لیتے اور ازواجِ مطہرات کے ساتھ کام میں ہاتھ بٹاتے“۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کا گھر میں ازواجِ مطہرات سے بہت بے تکلفانہ تعلق تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو جو فضیلتیں عطا کی تھیں، ان میں ایک یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے چہرہ انور پر رعب کی ایک خاص کیفیت رکھی تھی، لیکن آپ اس کیفیت کو کبھی گھر میں محسوس نہ ہونے دیتے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ ہمیشہ گھر میں داخل ہوتے وقت تبسم فرمایا کرتے۔ آپ ﷺ کا تمام ازواجِ مطہرات کے ساتھ بہت ہی محبت والفت والا تعلق تھا، خاص طور پر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے آپ کو بے پناہ محبت تھی۔ آپ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو پیار سے ”حمیرا“ کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ ﷺ گھر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پانی پی رہی ہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”حمیرا میرے لئے تھوڑا پانی بچانا“۔ پھر آپ ﷺ نے گلاس کے اسی حصے سے پانی نوش فرمایا، جس حصے سے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے منہ لگا کر پانی پیا تھا۔ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ ام المومنین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کا سر مبارک دیکھ رہی تھیں۔ آپ کے پاس سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ اور کچھ انصار کی عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں اور اپنے گھروں کی شکایات سنا رہی تھیں، اسی دوران سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بھی بات کرنے لگیں اور آپ ﷺ کا سر مبارک دیکھنا چھوڑ دیا۔

آپ ﷺ نے محبت بھرے لہجے میں فرمایا: ”تم آنکھ سے تو بات نہیں کر رہی، زبان سے بات کرو اور اپنا کام بھی کرتی جاؤ“۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ گھر میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ”حمیرا! تم مجھے مکھن اور چھوہارے ملا کر کھانے سے زیادہ محبوب ہو“۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے مسکرا کر جواب دیا: ”اے اللہ کے نبی! آپ مجھے مکھن اور شہد ملا کر کھانے سے زیادہ محبوب ہیں“۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”عائشہ! تمہارا جواب میرے جواب سے زیادہ بہتر ہے“۔

بیوی کے ناز ونخرے اٹھانا اور ناراضی برداشت کرنا بھی نبی اکرم ﷺ کی سنت مبارکہ ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ”تم جب ناراض ہوتی ہو اور جب راضی ہوتی ہو تو مجھے اندازہ ہو جاتا ہے“۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا۔ اے اللہ کے رسول! آپ کو کیسے اس کیفیت کا علم ہو جاتا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جب تم راضی ہو تو محمد کے رب کی قسم کے الفاظ سے قسم اٹھاتی ہو، جب ناراض ہوتی تو ابراہیم کے رب کی قسم کے الفاظ سے قسم اٹھاتی ہو“۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ”اے اللہ کے رسول! میں صرف آپ کا نام چھوڑ دیتی ہوں“۔ اس سے اندازہ لگائیے کہ آپ ﷺ کا کس قدر والہانہ محبت کا تعلق تھا کہ آپ بنا اظہار کئے اپنی زوجہ محترمہ کا مزاج سمجھ جایا کرتے تھے۔

خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے عورتوں سے اچھا برتاؤ کرنے کے ساتھ ساتھ اچھا پہنانے اور اچھا کھلانے کی تلقین فرمائی۔ خود آپ ﷺ کے گھر کا حال یہ تھا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کی وفات تک کوئی دن ایسا نہیں گزرا کہ ہم نے جو کی روٹی سے پیٹ بھر کر کھانا کھایا ہو، لیکن اس کے باوجود آپ اپنی ازواجِ مطہرات کے نان ونفقہ کا اتنا خیال رکھتے تھے کہ بنو نظیر کی کھجوریں فروخت کر کے اپنی ازواجِ مطہرات کے لئے ایک سال کا نفقہ خرید کر رکھ لیا کرتے تھے، پھر اس مقدار سے دیگر ضروریات بھی پوری فرماتے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیوی کو پہنانے اور کھلانے کے علاوہ کچھ نقد خرچ بھی دینا چاہئے، جس سے وہ اپنی ضروریات پوری کر سکے۔ جب آپ ﷺ اس دارِ فانی سے رحلت فرما گئے تو اس وقت بھی آپ نے درعہ رہن دے کر اپنی ازواجِ مطہرات کے لئے جو حاصل کئے تھے۔

آج ہمارے گھروں سے جو محبت وسکون اٹھ گیا ہے، اور لڑائی جھگڑے شروع ہو گئے ہیں، اس کی بنیادی وجہ حضور ﷺ کے طریقوں سے بے رخی ہے۔ ہم بھی اگر اپنے گھروں کا ایسا محبت بھرا ماحول چاہتے ہیں تو ہمیں حضور ﷺ کی طرح مثالی شوہر بننا ہو گا اور آپ کے طرزِ عمل کو اپنانا ہو گا۔ اسی میں دونوں جہانوں کی اصل کامیابی ہے۔

زندگی کا احترام کیجیے

عبدالرحمن عاصم

زندگی، قدرت کا خوب صورت ترین اور عظیم تحفہ ہے، جو ہر جاندار کو عطا کیا جاتا ہے۔ تمام جانداروں میں انسان کو اشرف المخلوقات اس لیے کہا گیا ہے کہ اسے نہ صرف زندگی عطا کی گئی ہے، بلکہ اسے بہترین طریقے سے زندگی گزارنے کے لیے شعور جیسی نعمت سے بھی نوازا گیا ہے۔

زندگی صرف کھانے پینے کا نام نہیں بلکہ ایک عظیم نعمت ہے۔ حقیقی زندگی انہی کو ملتی ہے، جنہیں زندگی بسر کرنے کا شعور میسر ہو۔ یہ زندگی کا شعور ہی ہے، جو انسان کو فرش سے عرش تک پہنچاتا ہے، لیکن ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم زندگی جیسی عظیم نعمت کو ضائع کیے جا رہے ہیں۔

وقت کے ساتھ ساتھ زندگی کے بارے میں ہمارے رویّے سفّاکانہ اور ظالمانہ ہوتے جا رہے ہیں اور ان برے رویّوں کا اثر معاشرے میں تیزی سے پھیلتا جا رہا ہے۔ فطرت سے روگردانی ہماری خصلت بن چکی ہے۔

آج کل سوشل میڈیا کا دور دورہ ہے، جس نے انسانی زندگی پر گہرے اثرات مرتّب کیے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ سوشل میڈیا کا درست اور مثبت استعمال کریں اور وقت کو ضائع ہونے سے بچائیں، تاکہ ہم اس کے نقصان دہ اثرات سے بچ سکیں۔ آج کل ہمارے نوجوان سوشل میڈیا کے بے جا استعمال میں لگے رہتے ہیں۔ کھانا کھاتے، والدین سے گفتگو کرتے، بلکہ کسی بھی کام کے دوران سوشل میڈیا کا استعمال نہیں چھوڑ پاتے۔ یہ رَوِش غلط اور نقصان دہ ہے۔

بہت سے طلبہ جو دور کسی مدرسے یا اسکول میں پڑھتے ہیں، جب کبھی چھٹیوں میں گھر جاتے ہیں تو بجائے گھر والوں کی خدمت کرنے کے یا ان کے پاس بیٹھنے کے ہر وقت موبائل میں مصروف رہتے ہیں۔ والدین کو چاہیے کہ اپنے پیارے بچوں پر نظر رکھیں، تاکہ ان کے قیمتی اوقات ضائع نہ ہوں۔ چھٹیوں میں ان کو مختلف ہُنر سکھائیں، تاکہ ان کی زندگی میں دوسروں کی محتاجی ختم ہو، اور وہ دوسروں کے لیے معاون و مددگار ثابت ہوں۔

خوب صورت زندگی گزارنے کے لیے اپنے مقصد کا تعین کیجیے اور اس کے حصول کے لیے، اپنے اندر تڑپ پیدا کیجیے۔ جب تک آپ اپنے مقصد کے لیے دیوانے نہیں ہوں گے تو سمجھ لیجیے کہ آپ کی خواہش بالکل بے جان ارادے کی سی ہے، جو کسی وقت بھی شک وشبے کی آندھیوں میں دَب سکتا ہے۔

اگر آپ میں تجارت کا ذوق ہے تو سچے اور امانت دار تاجر بن کر ملک و قوم کی خدمت کیجیے، اس کے بدلے میں قیامت میں آپ کو انبیاء کرام علیہم السلام کے قریب نشست ملے گی، اگر آپ نوجوان ہیں، کسی کالج یا یونیورسٹی میں پڑھ رہے ہیں تو مسلمانوں کی خدمت کی نیت سے کسی فن میں مہارت حاصل کیجیے اور غیروں کی محتاجی سے امتِ مسلمہ کو بچائیے، اگر آپ کو صحافت یا ادب کا شوق ہے تو اپنا قلم امتِ مسلمہ کو بیدار کرنے کے لیے وقف کر دیجیے۔ غفلت کی تہ میں اَٹے ہوئے حقائق کو صاف کر کے سامنے لائیے اور مسلمانوں کو آگے بڑھنے کے رازوں سے آگاہ کیجیے!

منزل تک جلدی پہنچنے کے لیے روز کا کام روز انجام دے کر کل کے لیے مت چھوڑیے، اس لیے کہ داناؤں کے رجسٹروں میں "کل" کا لفظ کہیں نہیں ملتا۔ عقل مندی اس لفظ کو قبول نہیں کرتی اور نہ معاشرہ اس کو منظور کرتا ہے۔ وہ آدمی جو دونوں ہاتھ اپنی جیبوں میں ڈال کر قیمتی وقت ضائع کرتا ہے، جب کہ دوسرے کام کر رہے ہوں تو وہ کل اپنی نظریں دوسروں کی جیب پر ڈالے گا۔

کامیابی کا تصور اتنا فطری ہے کہ خالقِ کائنات نے اس سے کسی بھی انسان کو محروم نہیں رکھا۔ دنیا میں آنے والا ہر بچہ کامیابی ہی چاہتا ہے، وہ بھی اپنی چھوٹی آرزوؤں کو ناکام دیکھ کر رو پڑتا ہے۔

بے مقصد زندگی کی مثال اُس کھلاڑی کی طرح ہے، جو بڑی تیزی سے فٹ بال لیے دوڑ رہا ہو، لیکن اسے گول کرنے کی جگہ ہی معلوم نہ ہو۔ مقصد ہی انسانی بھاگ دوڑ کو جانوروں کے گھومنے پھرنے سے ممتاز کرتا ہے، ورنہ اپنی منزل کو فراموش کر دینے والے کافروں کو تو قرآن پاک جانوروں کی مثال قرار دیتا ہے۔

New
Zaiby Jewellers
Clifton
A trusted name in jewellery since 1974
newzaibyjewellers@gmail.com
The Finest
Jewellry
021 35835455, 35835488
S-11, Yousuf Grand Square, Block 8, Clifton, Khi.
FOLLOW US
@newzaibyjewellers

مفتی محمد توحید

مسائل پوچھیں اور سیکھیں

سامعینِ اذان پر سلام کا جواب واجب نہیں

سوال: اذان سننے کے دوران (خواہ اس کا جواب دیا جا رہا ہو یا نہیں) اگر کوئی شخص آکر سلام کرے تو اس کے سلام کا جواب دینا واجب ہے یا نہیں؟ نیز کسی شخص کو ایسے موقع پر سلام کرنا چاہیے یا نہیں؟

جواب: واضح رہے کہ ایسے وقت میں سلام نہیں کرنا چاہیے اور اگر کوئی سلام کرے تو اس سلام کا جواب دینا واجب نہیں، خواہ اذان کا جواب دیا جا رہا ہو یا نہیں۔

جو شخص نماز سیکھ رہا ہو، اس کی نماز کی ادائیگی کا طریقہ

سوال: زید کو نماز نہیں آتی اور وہ ابھی نماز سیکھ رہا ہے۔ عمرو اس کو اس طرح نماز سکھاتا ہے کہ زید نماز کی نیت باندھتا ہے اور عمرو اس کو ایک ایک لفظ کرکے بتاتا ہے اور زید بلند آواز سے اس کو دہراتا ہے۔ اس طرح زید کی نماز ہوگی یا نہیں؟ اگر نہیں ہوتی تو پھر اس کا حل کیا ہے؟ کیوں کہ اس طریقے سے وہ نماز بھی پڑھتا ہے، مسجد میں بھی آتا ہے اور اگر اس کو نماز نہ سکھائی جائے تو وہ مسجد آنا چھوڑ دے گا۔

جواب: صورتِ مسئولہ میں زید کو چاہیے کہ وہ دو مرتبہ نماز پڑھا کرے: ایک مرتبہ تو اسی مذکورہ بالا طریقے کے مطابق (یہ تو نماز کی تعلیم ہوگئی) جبکہ دوسری مرتبہ بلا تعلیم اس طرح نماز پڑھے کہ نماز سے پہلے اس کو بتادیا جائے کہ چوں کہ آپ کو نماز کی قرأت واذکار یاد نہیں ہیں، اس لیے آپ ہر رکن میں تین بار سبحان اللہ کہتے رہو! یہ اس کی اصل نماز ہوگی۔

شادی کے بعد عورت اپنے میکے میں قصر کرے گی

سوال: ایک عورت جس کا وطنِ اصلی کراچی ہے اور اس کے والدین اور دیگر عزیز رشتہ دار کراچی ہی میں مقیم ہیں۔ اس کی شادی ملتان میں ہوگئی۔ رخصتی کے بعد جب یہ عورت پندرہ دن سے کم مدّت کے لیے اپنے میکے کراچی جائے گی تو آیا وہ وہاں مسافر شمار ہوگی اور نمازوں میں قصر کرے گی یا مقیم شمار ہوگی؟

جواب: صورتِ مسئولہ میں یہ عورت مسافر شمار ہوگی اور نماز قصر پڑھے گی۔

میت کے پوسٹ مارٹم کے بعد بعض اعضا کی تدفین میں تاخیر کرنے یا انھیں پھینک دینے کا حکم

سوال: جب کوئی شخص زہر وغیرہ کھانے یا کسی کے کھلانے سے یا زخم وسخت چوٹ لگنے کے نتیجے میں مرجاتا ہے تو اس مردہ لاش کو ڈاکٹر صاحبان چیر کر معاینہ کرتے ہیں، پھر بعض حضرات چیرنے کے بعد تمام لاش تو دفن کردیتے ہیں اور صرف دل، کلیجی اور گردہ وغیرہ نکال کر بڑے ڈاکٹر کے پاس کسی دوسری جگہ بھیج دیتے ہیں اور وہ معاینہ کرنے کے بعد وہیں کہیں دفن کردیتے یا پھینک دیتے ہیں۔ اب جواب طلب امر یہ ہے کہ آیا کسی مسلمان ڈاکٹر کے لیے شرعاً ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: واضح رہے کہ ضرورتِ شدیدہ کے بغیر میت کا پوسٹ مارٹم جائز نہیں ہے۔ ضرورتِ شدیدہ کی صورت مثلاً: کسی حاملہ عورت کا انتقال ہوجائے اور اس کے پیٹ میں زندہ بچہ ہو تو اس بچے کی جان بچانے کے لیے میت کا پیٹ چاک کرنا جائز ہے۔

صورتِ مسئولہ میں پوسٹ مارٹم جائز نہیں ہے، اس لیے کہ اس میں ضرورتِ شدیدہ نہیں پائی جارہی، نیز جو ضرورت ومصلحت اس کا سبب ہے وہ اس درجہ کی نہیں ہے، جس شخص کو کلیجی اور گردہ وغیرہ مل جائے، اس کا دفن کرنا واجب ہے۔ پھینکنے سے اس کی بے حرمتی ہوگی اور جس شخص کو ملازمت کی ضرورت سے ایسی چیر پھاڑ کرنے پڑے وہ اس فعل کو ناجائز سمجھے اور استغفار کرے اور جب تک دوسری نوکری قابلِ بسر میسر نہ ہو، یہ نوکری نہ چھوڑے!

میاں بیوی کے ایک دوسرے پر حقوق کی تفصیل

سوال: شوہر پر بیوی کے اور بیوی کے ذمّے شوہر کے دنیا وآخرت کے اعتبار سے جتنے بھی حقوق ہیں ان کی وضاحت درکار ہے، تاکہ اس پر عمل کرکے دنیا وآخرت میں سرخروئی اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کی جاسکے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائیں!

جواب: واضح رہے کہ بیوی کے جو اہم حقوق شوہر کے ذمہ ہیں وہ یہ ہیں:

1. اچھا سلوک کرنا۔
2. بیوی کی طرف سے پہنچنے والی تکلیف کو اعتدال کے ساتھ برداشت کرنا۔
3. غیرت میں اعتدال، یعنی نہ بدگمانی کرے نہ بالکل غافل ہوجائے۔

4 خرچ میں اعتدال ، یعنی نہ کنجوسی کرے نہ فضول خرچی کی اجازت دے۔

5 حیض وغیرہ کے احکام سیکھ کر اس کو سکھلانا ، نماز اور دین کی تاکید کرنا اور بدعات وگناہوں سے منع کرنا۔

6 اگر کئی بیویاں ہوں تو حقوق کی ادائیگی میں ان کے ساتھ برابری کا برتاؤ کرنا۔

7 بقدرِ حاجت اس سے صحبت کرنا۔

8 بغیر اجازت کے عزل نہ کرنا۔

9 بلا ضرورت طلاق نہ دینا۔

10 بقدرِ کفایت رہنے کو گھر دینا۔

11 اس کے محارم رشتہ داروں سے اس کو ملنے دینا۔

12 اس کا راز ظاہر نہ کرنا وغیرہ وغیرہ۔

کپڑا عیب بتائے بغیر فروخت کرنا

سوال : میں کپڑے کا بیوپار ہوں گاہک جب کپڑے کے متعلق معلوم کرتا ہے تو میں اکثر گول مول سا جواب دے دیتا ہوں ، جبکہ میں کپڑے کے بارے میں بہت کچھ جانتا ہوں۔ میں نے ایک صاحب سے سنا ہے کہ وہ مسلمان نہیں جو اپنی چیز بیچتے وقت اس کے عیب نہ بتائے۔ کیا مجھے کپڑا بیچتے وقت گاہک کے نہ پوچھنے کے باوجود بھی اس کے عیب بتانے چاہییں یا اس کے پوچھنے پر ہی بتایا جائے؟

جواب : واضح رہے کہ ایک مسلمان کا طریقِ تجارت یہی ہے کہ گاہک کو چیز کا عیب بتادے یا کم سے کم یہ ضرور کہہ دے کہ ''بھائی! یہ چیز تمہارے سامنے ہے ، دیکھ لو! میں اس کے کسی عیب کا ذمّے دار نہیں۔''

حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کپڑے کی تجارت کرتے تھے۔ ایک بار اپنے شریک تجارت سے یہ فرما کر کہ ''یہ کپڑا عیب دار ہے گاہک کو بتادینا!'' خود کہیں تشریف لے گئے۔ ان کے ساتھی نے امام صاحبؒ کی عدم موجودگی میں کپڑا فروخت کردیا۔ آپؒ واپس تشریف لائے تو دریافت فرمایا کہ اس کپڑے کا عیب بتادیا تھا؟ اس نے نفی میں جواب دیا۔ آپؒ نے بہت افسوس کا اظہار فرمایا اور اس دن کی ساری آمدنی صدقہ کردی جو 30 ہزار درہم پر مشتمل تھی۔

بقیہ 33 نمبر

عبداللہ ہر ہفتے اسے کوئی کتاب بھیجتا اور کوشش کرتا کہ اس کے ساتھ کوئی کتاب ، کوئی ریسرچ پیپر لکھا جاسکے ،
مگر جب کتاب کی کوئی شکل نکلنی شروع ہوئی تو اسے شہرت اور کریڈٹ کا جنوں چڑھ گیا ،
عبداللہ نے یہاں تک کہہ دیا کہ بھلے اپنے نام سے چھاپ دو ، میرا نام تک نہ لکھو۔۔۔۔ مگر حسد کی آگ کو انتقام کی آگ بننے میں دیر ہی کتنی لگتی ہے !
سال بھر کی محنت ایک ای میل پر ختم اور اب ڈاکٹر عبداللہ انسان کہلائے جانے کے بھی لائق نہیں ، نہ تو اسے لکھنا آتا ہے اور نہ ہی بولنا۔
اس کی پی ایچ ڈی بھی جعلی اور گھر بھی دھوکے میں مارا ہوا ، آمدنی بھی حرام اور دنیا کی ہر دوسری برائی بھی اس کے سر۔
عبداللہ کو ایک عرصہ لگا اس صدمے سے نکلتے ہوئے ، وہ آج تک 23 نمبر کے لیے دعا مانگتا ہے کہ زندگی کا سال اس کی نظر ہوا ،
اس میں ایک اچھا ریسرچر بننے کی تمام تر خصوصیات موجود ہیں ، مگر کاش ! وہ دوسروں کی فکر چھوڑ کر اپنے پر توجّہ دے۔
عبداللہ کو کچھ عرصے قبل فیس بک پر ایک میسج ملا ، لکھنے کا انداز و بیان کیا خوب ! ایک نوجوان عبداللہ کو جوائن کرنا چاہتا تھا ،
ادب اس قدر کے جھوٹ کا گمان ہو ، عبداللہ کو نہ جانے کیوں بے وفائی کی بُو آئی ،
مگر اس نے ایک بار پھر حسنِ ظن سے کام لیتے ہوئے خندہ پیشانی سے اسے قبول کیا۔
عبداللہ کو آج تک حسنِ ظن اور بے وقوفی کا فرق سمجھ نہ آیا تھا ، مگر وہ ہر بار اچھے کی امید پر پھر سے لگ جاتا کہ کچے ذہنوں پر کام ہوسکے۔
ایک سال گزر گیا ، عبداللہ نے کوئی کسر نہ چھوڑی اس کی تربیت میں ، اس کو اپنی فیلڈ کے داؤ پیچ سکھانے میں اور
اس نے بھی بہترین شاگرد ہونے کا حق ادا کردیا ، مگر پھر وہی ہوا ، جس کا ڈر تھا ،
بات بات پر اختلاف ، کمپنی میں گروہ بندی اور عبداللہ کی ہر بات پر اختلاف اور ہر عمل کی علّت ڈھونڈنے کی بیماری اسے بھی لگ گئی۔
عبداللہ کو اپنی بے مائیگی کا خوب احساس ہوا کہ جسے اپنا بہترین وقت ، دماغ اور صلاحیتیں خرچ کرکے پروان چڑھایا جائے ،
اللہ جب چاہے ، اس کا دل بدل دے۔ وہ آپ کے کسی کام کا تو در کنار ، آپ کا دشمن ہوجائے۔
عبداللہ 33 نمبر الاٹ کرنے کے لیے تیار نہ تھا ، سو اس نے اسے کمپنی سے نکال دیا کہ کچھ عرصے میں کسی اور جگہ رکھوا دے گا اور
یوں عبداللہ سے سرد جنگ ختم ہوجائے گی تو وہ اپنی صلاحیتوں سے کام لے سکے گا۔ بھلے عبداللہ کا نام نہ آئے ،
کم از کم معاشرے کو تو ایک بہترین شخص مل جائے گا ، مگر نہ جانے رات کی تاریکی میں نکلے کس آنسو کا مان قدرت کو منظور تھا کہ
اس شاگرد نے بھی انتقام کی راہ اپنائی اور اپنی تمام تر توانائیاں عبداللہ کو ذہنی مریض اور ٹیکنکل فراڈ ثابت کرنے میں جھونک دیں۔
عبداللہ نے اسے پورے خلوص سے دعا دی کہ آج کے بعد اسے کوئی ٹیچر نصیب نہ ہو ،
کئی ہفتوں کے بحران کے بعد زندگی نارمل ہوئی تو آج صبح صبح عبداللہ کو ای میل ملی ،
''سر میں آپ کا بہت بڑا فین ہوں ، آپ مجھے ڈیٹا سائنس سکھادیں ، میں زندگی بھر آپ کا ممنون رہوں گا۔''
عبداللہ نے بات کا وقت طے کیا اور جائے نماز پر بیٹھ گیا کہ آگے گنتی کی ہمت باقی نہیں بچی ،
اے اللہ ! ظالموں کے اس معاشرے میں کوئی ایسا لادے ، جو راہبری کے تعلق کی لاج رکھ لے ، جس کا علم خرچ نہ ہو ، اس کا جمع بھی نہیں ہوتا ،
عبداللہ نے بسم اللہ پڑھی اور پر لاگ اِن ہوگیا۔

باورچی خانہ اور ہماری صحت

لہسن

بُھربُھری ہڈیوں کا محافظ

• حکیم شمیم احمد

تعارف

لہسن کو عربی میں ثُوم ٬ انگریزی میں Garlic کہتے ہیں اور اس کا نباتاتی نام Alliumsativum ہے۔

لہسن کھانوں کی تیاری میں ایک اہم مسالہ شمار ہوتا ہے۔ کچے لہسن کی بو پیاز کی طرح ناخوش گوار ہوتی ہے ٬ لیکن کھانوں کی تیاری کے دوران یہی بو ایک اچھی مہک میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ یہ بو دراصل اس کے اساسی تیل ٬ ایلیسین ٬ کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ اس میں گندھک کا ایک مانع بیکٹیریا مرکب بھی ہوتا ہے۔ لہسن میں ایلینیز (Alliinase) نامی خمیر انزائم بھی ہوتا ہے۔ عہد قدیم میں دوا کے طور پر اس کا استعمال بہت عام تھا۔ یونانی مورخ ہیروڈوٹس کے مطابق مصری اہراموں کی تعمیر کرنے والے غلام توانائی اور قوت برداشت مستحکم رکھنے کے لیے لہسن کھایا کرتے تھے۔

لہسن کے پھائے اور دوسری جنگِ عظیم

پہلی اور دوسری جنگ عظیم کے دوران یورپی معالجین لہسن کے رس میں بھگوئی ہوئی خشک کائی کے پھائے فوجیوں کے زخموں پر باندھ دیا کرتے تھے ٬ تاکہ ان کے زخم خراب نہ ہوں۔ دوسری جنگ کے دوران پنسلین کی ایجاد تک یہ سلسلہ جاری رہا۔

لہسن۔۔۔ وبائی امراض سے حفاظت

لہسن کئی امراض کا موثر علاج ہے۔ فرانس کے شہر مارسلیز میں طاعون کی وبا کے دوران چار چور ہر رات ہلاک ہونے والے مریضوں کے جسم سے قیمتی اشیا لوٹ لیا کرتے تھے ٬ اس کے باوجود ان میں سے کسی کو یہ مرض نہیں لگا ٬ کیوں کہ وہ لہسن ملا سرکہ باقاعدگی سے استعمال کرتے تھے اسی طرح انگلستان میں بخار کی وبا کے دوران مریضوں کی خدمت کرنے والے فرانسیسی راہب بھی یہی سرکہ استعمال کر کے بخار سے محفوظ رہے ٬ جبکہ ان کے انگریز ساتھی اس بخار کی زد میں آکر ہلاک ہوتے رہے ٬ کیوں کہ وہ سرکہ استعمال نہیں کرتے تھے۔

لہسن۔۔۔ فوائد کا خزانہ

1. لہسن میں بیکٹیریا اور جراثیم کشی کی صلاحیت زیادہ ہوتی ہے۔
2. لہسن وائرس بھی ہلاک کرتا ہے۔
3. لہسن کے مرکبات سینے کے سرطان کی روک تھام بھی کرتے ہیں۔
4. لہسن آنتوں کے مضر جراثیم ہلاک کر دیتا ہے۔
5. لہسن کا استعمال اندھی آنت یعنی اپنڈیسائٹس کے لیے بھی مفید ہوتا ہے۔
6. لہسن کو ذیابطیس کے لیے بھی مفید سمجھا جاتا ہے۔
7. لہسن انسولین کی سطح پر اثر انداز ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے۔
8. لہسن کے استعمال سے چہرے کا رنگ نکھر جاتا ہے۔
9. بیرونی استعمال سے لہسن پھل بہری ٬ چھیپ اور داد کو بہت فائدہ دیتا ہے۔
10. لہسن پھوڑے پھنسی پر لگانے سے افاقہ ہوتا ہے۔

11 لہسن پیس کر اس میں شہد ملا کر کھانے سے بھوک زیادہ لگتی ہے۔
12 لہسن پیس کر درد والی جانب لگانے سے آدھا سی درد دور ہو جاتا ہے۔
13 پھیپھڑوں کی دق وسل میں لہسن کا سونگھنا اور ایک دو پوتھی شہد میں ملا کر چاٹنا مفید ہے۔
14 لہسن پیس کر دانتوں کے سوراخ میں رکھ دیں' کیڑا ختم اور درد میں آرام آجائے گا۔
15 لہسن کے استعمال سے آنکھ کے عدسے کی شکایات 'ہیپاٹائٹس اور پھیپھڑوں کے امراض کم ہو جاتے ہیں۔

برصغیر پاک وہند میں لہسن کا استعمال

لہسن دنیا بھر میں مختلف کھانوں کی تیاری میں استعمال ہوتا ہے۔ اسے سرکہ' نمک' سلاد' شوربوں اور اہم کھانوں کی تیاری میں خوشبوؤں کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ برصغیر پاک وہند میں شاید ہی کوئی ایسی نمکین ڈش ہو کہ جس میں لہسن کا استعمال نہ ہوتا ہو۔

لہسن۔۔۔۔بال خورا اور کان کے درد میں انتہائی مفید

بالخورے کا مرض: اس مرض میں ڈاڑھی مونچھ اور سر کے بال جگہ جگہ سے اُڑ جاتے ہیں۔ ان مقامات پر لہسن کی چند پوتھیاں ایک چٹکی سرمے کے ساتھ پیس کر لگانے سے از سر نو بال اُگ آتے ہیں اور بالخورا غائب ہو جاتا ہے۔

کان کا درد: اگر کان میں پھنسی ہو تو لہسن کا پانی ٹپکانے سے وہ گھل جاتی ہے یا پک کر پھوٹ جاتی ہے۔

نسخہ: لہسن 10 گرام اور سیندور 5 گرام پیس کر سرسوں کے تیل میں پکائیں' اس تیل کو صاف کر کے رکھ چھوڑیں۔ بہتے ہوئے کان میں اس تیل کے ٹپکانے سے کان بہت جلد اچھا ہو جاتا ہے۔ لہسن کو تیل میں پکا کر چھان کر نیم گرم کان میں ٹپکانے سے کان کا درد ٹھیک ہو جاتا ہے۔

لہسن کا استعمال۔۔۔۔کالی کھانسی میں آرام

نسخہ: کالی کھانسی میں لہسن کی پوتھیاں (کلیاں) چھیل کر دھاگے میں پرو کر بچے کے گلے میں ڈال دیتے ہیں' تاکہ اس کی بو ناک کے راستے پھیپھڑوں میں پہنچ کر سکون دے۔

نسخہ: کالی کھانسی کے لیے لہسن چھیل کر بچے کے پاؤں کے تلووں کے نیچے رکھ کر اوپر سے جراب اور جوتا پہنا دیں۔

لہسن کی ایک اور خوبی

نسخہ: لہسن کو تلوں کے تیل میں پکائیں' پھر چھان کر اس کی مالش کریں سردی کی دردیں' نمونیہ' گٹھیا اور پیشانی کا درد دور ہو جاتا ہے۔

لہسن میں یہ خاص خوبی ہے کہ معدے کی قوتِ ہاضمہ کو بڑھا کر خوب بھوک لگاتا ہے۔ اس مقصد کے لیے ۔۔۔۔۔

نسخہ: لہسن کی چٹنی میں قدرے لیموں کا رس شامل کر لیں۔ اس چٹنی سے ان شاء اللہ بد ہضمی دور ہو کر کھانے کی اشتہا میں اضافہ ہو جائے گا۔

لہسن کا استعمال۔۔۔۔ہڈیوں کا گھلاؤ اور بھربھرا پن ختم

لہسن اور پیاز جیسی سبزیاں زیادہ مقدار میں استعمال کرنے والی خواتین کولہے کی ہڈی کے گھلاؤ یا بھُربھُرے پن سے زیادہ محفوظ رہتی ہیں۔

ماہرین کے مطابق: ہڈیوں کے گھلاؤ اور جسم کے وزن میں اضافے کے باہمی تعلق کے بارے میں کھوج لگانے کی کوشش کی گئی تھی جواب بھی جاری ہے۔ ہڈیوں کی بوسیدگی یا گھلاؤ سے ادھیڑ عمر افراد کے کولہوں' گھٹنوں اور ریڑھ میں معذور کر دینے والا درد ہوتا ہے۔ ہڈیوں کے جوڑوں کو محفوظ رکھنے کی صلاحیت کا تعیّن اور کھوج لگانے کے لیے لہسن میں موجود مختلف مرکبات کا مزید مطالعہ کیا گیا جس سے ظاہر ہوا کہ لہسن میں موجود ایک مرکب (DiallylDisulphide) کُری ہڈی کو نقصان پہنچانے والے خامرات (انزائمز) کی سطح کم رکھتا ہے۔ یہ خامرات لیبارٹری میں بطور تجربہ کُری ہڈی کے خلیات میں داخل کیے گئے تھے۔ تحقیق نے یہ ضرور ثابت کر دیا ہے کہ مستقبل میں کولہے کی ہڈی میں گھلاؤ روکنے کا اگلا قدم لہسن کا استعمال بھی ہو سکتا ہے۔

Oud al Hassan
عــود الحسن
Glowing in fragrance
عمدہ خس
اعلیٰ پیکنگ کے ساتھ
عطریات اینڈ پرفیومز
عمدہ و اعلیٰ اور نفیس خوشبوؤں کے استعمال سے آپ کی شخصیت میں نکھار آتا ہے
فرانس، سعودیہ، دبئی، ہالینڈ، جرمنی، انڈیا کے الکوحل سے پاک عطریات
پورے پاکستان میں ڈیلیوری کی سہولت
LACOSTE
BOSS
HUGO BOSS
GUCCI
ck
Calvin Klein
AJMAL
dunhill
GIORGIO ARMANI
SWISS ARABIAN
CHANEL
ہمارے یہاں جائے نماز، ٹوپی، تسبیح، احرام اور تمام لیدر کا سامان جیسا کہ جیکٹ، دستانے، موزے، عمرے کا بیگ دستیاب ہے
Shop# 1, 27-C, 15th Commercial Street Opposite Hafiz Ayaz Masjid, Phase 2 (EXT),
D.H.A, Karachi, Pakistan. Phone: 021-35317633, 0306 0117633
facebook.com/oudalhasan instagram.com/oudalhasan www.oudalhassan.com

انتظار

امۃ اللہ

قسط نمبر 2

موم کے زخم تازہ ہونے لگے تھے۔ اب تک اوروں کی کہانیاں سنی تھیں، مگر معلوم نہ تھا کہ موم ڈیڈ کی داستان، ابھی ادھوری ہے۔ میں نے موم سے کہا: ''موم! پھر آپ اکیلی اتنے بڑے گھر میں کیسے رہتی تھیں؟'' موم نے کہا: ''میں اکیلی کہاں تھی! تمہاری دادی اور محلّے کی چند عورتیں دن میں آجایا کرتی تھیں، مگر سارا جہاں مل کر بھی تمہارے بابا کی کمی کو پورا نہیں کر سکتا تھا اور پھر تنہائیاں بھی کہاں تنہا ہوتی ہیں، ان کی ہم نشیں کسی نہ کسی کی یادیں ہوا کرتی ہیں۔'' پھر موم نے سرد آہ بھر کر کہا: ''پتّر! محبت کے گلوں کو شبنم کی تری نہ ملے تو ان میں کھلکھلانے کی ہمت نہیں رہتی۔''

موم کے چہرے پر غم کی جھلک دیکھ کر میرا دل مرجھا سا گیا۔ پس! میں نے موم کو ہنسانے کے لیے کہا: ''موم! آپ ڈیڈ کے ساتھ بتایا ہوا کوئی سنہرا لمحہ بتائیں۔۔۔ کیا آپ ڈیڈ کی بے رخیاں لے کر بیٹھ گئیں!''

پھر موم کے پُر نور چہرے پر ذرا مسکان آئی۔ کبھی کبھی تو ایسا لگتا تھا کہ مسکان کی خوب صورتی موم کے لبوں سے ہے۔ موم نے کہا:

''پتّر! میں تمہارے بابا کو حیا کی وجہ سے کبھی دیکھتی نہیں تھی۔ ایک رات میں حوض کے کنارے بیٹھی تھی کہ تمہارے بابا آئے اور ان کا عکس پانی پر پڑا۔ ابھی آنکھ بھر کر دیکھا بھی نہ تھا کہ صاحب نے فوراً اپنے ہاتھ پانی میں ڈالے اور ہاتھ میں دھو کر ''کھانا تیار ہے۔ آجاؤ!'' بس اتنا کہہ کر چلے گئے اور میں پھر ان کا انتظار کرتی رہ گئی۔'' پھر موم خاموش ہو گئیں، شاید دل میں کچھ سوچ رہی تھیں

پھر ہو اِک رات مہکتی ہوئی وہ چاندنی رات!
چاند پانی میں ہو اور دریا میں روانی بھی نہ ہو!

پس! اسی دوران کہ موم اور میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ڈیڈ آگئے اور اپنی کرسی کھسکاتے ہوئے ہمارے پاس آکر بیٹھ گئے۔ موم اور ڈیڈ کو میں نے کبھی تخت پر ایک ساتھ بیٹھے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ تخت پر موم اکیلی بھی ہوں، تب بھی ڈیڈ اپنی کرسی سے نہیں سرکتے تھے۔

''کیا حال ہیں میرے لائق بیٹے کے۔۔۔؟ اور سناؤ، میرے فرزندِ ارجمند! کیسا جا رہا ہے بزنس؟'' ڈیڈ کا پہلا اور کاروباری سوال ہمیشہ کی طرح۔۔۔!

''جی، ڈیڈ! بہت اچھا!'' میں نے اتنا کہہ کے بس کی، کیوں کہ ڈیڈ کو اگر میرے نقصان کا پتا لگ جاتا تو میری خیر نہیں تھی پھر ڈیڈ اپنے بارعب انداز میں گویا ہوئے: ''بیٹا! میں چاہتا ہوں کہ تم دنیا کے سب سے امیر ترین شخص اور بہت بڑے بزنس مین بن جاؤ!'' موم خاموش تھیں۔ میں نے موم کی اداسی کو دور کرنے کے لیے موم سے پوچھا:

''ویسے ڈیئر موم! آپ کیا چاہتی ہیں؟''

مجھے لگا موم ڈیڈ کو دیکھ کر ڈیڈ ہی کی بات ریپیٹ کریں گی، مگر خلافِ توقع موم نے کچھ یوں جواب دیا: ''میں چاہتی ہوں پتّر! کہ تم ایک اچھے بیٹے، ایک اچھے باپ اور ایک اچھے شوہر بنو۔ انسانیت کو سمجھنے کا ہنر سیکھو! افسردہ لمحوں میں رنگ بھرنا سیکھو! ورنہ تو تم انجم کے لیے اوڑھنی کی جگہ کوئی کاروباری کتاب اور کھنکتی چوڑیوں کی جگہ مردانی گھڑی اٹھا لاؤ گے، وہ بھی دوسروں کے مشوروں پر۔'' پھر موم سنجیدگی سے بولیں: ''پتّر! زندگی کی یہی کامیابی ہے کہ ہم اللہ کے اصولوں کی پابندی کرتے ہوئے رشتوں کی قدر پہچانیں۔''

موم ابھی آگے بھی کچھ کہنا چاہتی تھیں کہ ڈیڈ بیچ میں بول پڑے۔

''تو اس میں کون سی مشکل بات ہے۔ دیکھو! میری ساری زندگی بزنس میں گزری، میں پھر بھی تمہاری ماں کو خوب جانتا ہوں۔''

ڈیڈ بڑے فخر سے بولے تو موم بھی ہلکا سا مسکرائیں تو ڈیڈ موم کی طرف دیکھتے ہوئے بولے: ''کیا مطلب ہے؟ کیا میں تمہیں نہیں سمجھتا؟''

''اب رہنے دیں، ہار جائیں گے۔'' موم یقین سے بولیں۔

اگرچہ یہ جوش میں آنے کی بات تو نہ تھی، مگر ڈیڈ طیش میں آگئے اور کہنے لگے: ''ہو جائے پھر مقابلہ؟'' موم نے پھر کہا: ''چھوڑیں اس بات کو۔ آپ اپنا ہارنا پسند نہیں کرتے اور نہ اپنی ہار تسلیم کرتے ہیں۔''

بس! پھر کیا تھا، ڈیڈ نے تو اپنی آستینیں چڑھا لیں، پھر موم نے نہایت ٹھنڈے لہجے میں کہا: ''تو مسٹر بزنس مین! اگر آپ مقابلہ کرنا چاہتے ہی ہیں تو ٹھیک ہے، مگر اس کی ابتدا آپ نے کی ہے۔''

ڈیڈ نے بڑے جوشیلے انداز سے کہا: ''پوچھو! پوچھو! آج تو ہو ہی جائے۔۔۔!''

موم نے کہا: ''تو ٹھیک ہے! میرا پہلا سوال۔۔۔

(جاری ہے)

ڈنکا

اہلیہ محمد فیصل

’’تم خاموشی سے بیٹھ جاؤ‘ میں ویسے ہی بہت پریشان ہوں اور ایک یہ تمہارے الٹے سیدھے سوالات‘ پتا نہیں کون تمہیں یہ پٹیاں پڑھاتا ہے؟‘‘ اسی لیے کہتا ہوں اپنے بڑوں اور بزرگوں سے ملا کرو ان کے اجتماعات میں شرکت کیا کرو‘ تاکہ اپنے مذہب کے بارے میں معلومات ملیں‘ پھر تم بھی ڈنکے کی چوٹ ان غیر مذہبوں سے مذاکرات کر سکو گے۔ ’’بس! ان کی باتیں سن کر آ جاتے ہو اور پھر ذہن میں الٹے سیدھے خیالات پال کر الجھتے رہتے ہو۔‘‘

شہر کے مشہور بزنس مین واصف احمد کے بیٹے‘ صہیب احمد کا جس کالج میں داخلہ ہوا تھا‘ وہاں اپنے دوستوں کی باتیں اور مذہب سے لگاؤ کا ذکر سن سن کر اس کے خیالات میں بہت انتشار پیدا ہو رہا تھا۔ وہ روزانہ گھر آ کر اپنے والدین سے مختلف سوالات کر کے ان کو زِچ کرتا رہتا تھا اور آج اسی سلسلے میں واصف احمد نے صہیب کی اچھی خاصی کلاس لے لی تھی۔

◆◆◆

’’صہیب تم جانتے ہو اگلے ہفتے ربیع الاوّل کے سلسلے میں ہمارے کالج میں ایک تقریب کا انعقاد کیا جا رہا ہے۔ ملک کی ایک نامور شخصیت اس تقریب میں خصوصی طور پر سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درس دیں گی۔ تم شرکت کرو گے نا؟‘‘ انیس نے صہیب سے حامی بھروانا چاہی۔ ’’اچھا! میں ابو سے پوچھوں گا۔‘‘ صہیب نے سوچتے ہوئے کہا۔

’’پتا نہیں ابو کیوں منع کر رہے ہیں اس تقریب میں شرکت کے لیے؟‘‘ صہیب منمنایا۔

’’ایک بار کہہ دیا سو کہہ دیا‘ کس مصیبت میں ڈال دیا ہے تمہارے اس کالج کے ایڈمیشن نے مجھے‘ پڑھائی پر توجہ دو ان فضول کی تقریبات میں جانے کی کوئی ضرورت نہیں۔‘‘ ابو غصے سے تن فن کرتے کمرے سے جا چکے تھے‘ جبکہ صہیب اپنی خالی ہتھیلیوں میں مقدّر کی لکیر کھوج رہا تھا۔

◆◆◆

صہیب تقریب میں شرکت کے متعلق تذبذب کا شکار تھا‘ ایک طرف اس کا دل ہمک ہمک کر اس تقریب میں شرکت کا ووٹ دے رہا تھا‘ جبکہ دماغ میں والد صاحب کا خوف اور شیطان کا بہکاوا آ رہا تھا۔

’’آخر ہم میں اور ان میں فرق کیا ہے؟ پتا نہیں کیوں ابو مجھے اپنے کالج کے دوستوں سے زیادہ میل جول رکھنے سے منع کرتے ہیں‘ حالاں کہ سب کتنے اچھے اور مخلص ہیں۔‘‘ صہیب تأسف سے سوچ رہا تھا۔ پچھلے ماہ پکنک ٹور کے لیے تو ابو نے نہیں روکا تھا‘ مگر اب اس سیرت پروگرام کے لیے پتا نہیں کیوں اتنا شدید انکار کر دیا۔ مذہب کے متعلق اتنی روک ٹوک اور ابو کے رویے سے صہیب کے اندر بغاوت کا جذبہ بیدار ہو رہا تھا اور آخر کار سیرت کی تقریب کے لیے صہیب نے دل کی بات مان لی۔

◆◆◆

ساڑھے نو بجے تقریب شروع ہوئی۔ حمد باری تعالیٰ اور نعتِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تقریب کا باقاعدہ آغاز کیا گیا‘ سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر تقریری مقابلہ بھی رکھا گیا تھا اردو اور انگریزی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارک اور اسوۂ حسنہ پر بہترین تقریریں کی گئیں‘ صہیب بہت

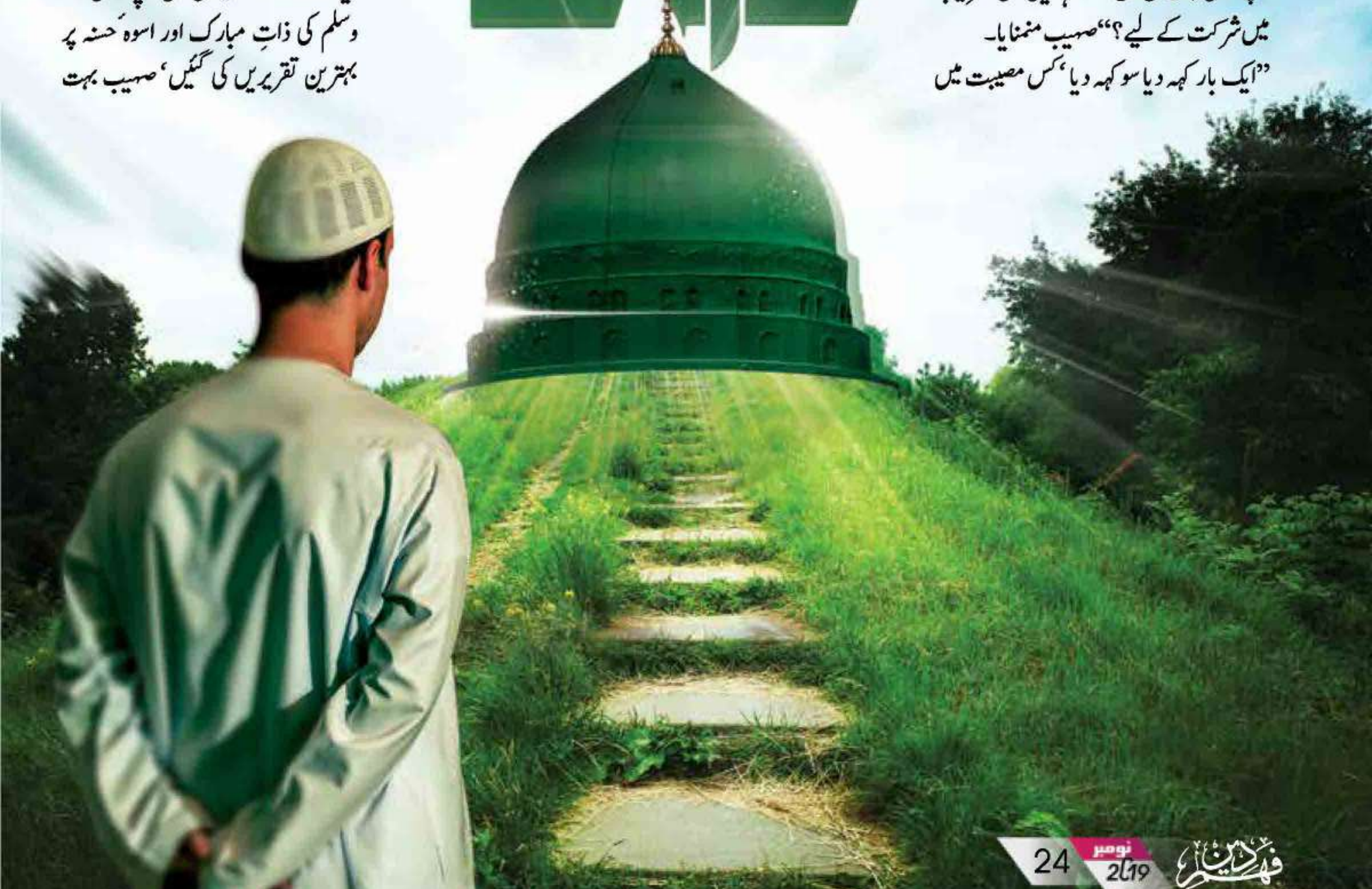

غور سے ان تقریروں پر سر دھن رہا تھا۔
تقریب کے آخر میں جو مہمان بزرگ آنے والے تھے۔ ''درسِ سیرت'' دینے کے لیے 'ان کا کئی دنوں سے چرچا تھا۔ بارہ بجے درس شروع ہونا تھا' پونے بارہ بجے سے ہی پنڈال میں طلبہ اور دیگر لوگوں کی تعداد بڑھنے لگی' جس کی وجہ انھی بزرگ کا پچھلے سال کا بہترین اور دل موہ لینے والا درس تھا' چوں کہ صہیب کا اس کالج میں یہ پہلا سال تھا اور وہ اس شخصیت کے چرچے سن چکا تھا۔ آخر کار درس شروع ہوتے ہی ان کے عمدہ لب و لہجے اور انداز نے صہیب کو باور کروادیا کہ واقعی اس شخصیت کے متعلق تمام باتیں سو فیصد درست تھیں۔

محمد کی محبت دینِ حق کی شرطِ اوّل ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو ایماں نامکمل ہے

رسولِ کائنات' فخرِ موجودات' کامل اسوہ' زندگی کا ہر ہر گوشہ تاب ناک' ہر ہر پہلو روشن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے جس جس پہلو کو دیکھیں' آپ کی زندگی کے حالات و معمولات' انداز و اطوار' مزاج و رجحان' حرکات و سکنات' عادات و خیالات' گھریلو اور معاشرتی زندگی ہر چیز اتنی مکمل اور مدلّل طریقے سے کتب میں محفوظ ہے کہ ہم جس بارے میں چاہیں رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں۔
اس پوری کائنات کی رونق اور سجاوٹ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ہی سے ہے۔ آپ صلی اللہ علہ سلم کی سیرت' اخلاق اور سوانح عمری اللہ تعالی نے بہت ہی عجیب طریقے سے عطا کی۔ مکہ معظمہ چوں کہ ''وسط البلاد'' ہے' اسی لیے مکہ مکرمہ مولد کی جگہ بنائی گئی' آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں' حالاں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام عراق و شام کے رہنے والے تھے' لیکن اللہ تعالی نے بہت پہلے سے یہ عجیب انتظام فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی اہلیہ حضرت ہاجرہ علیہ السلام اور ننھے اسماعیل علیہ السلام سمیت مکہ کی لق و دق وادی میں لے کر پہنچے اور پھر ہاجرہ و اسماعیل علیہما السّلام کو چھوڑ کر جانے لگے تو اماں ہاجرہ کے اصرار پر بتایا کہ یہی حکم ربّی ہے۔ روایات میں آتا ہے کہ اماں ہاجرہ یہ سن کر فرمانے لگیں ''حسبنا اللہ''، پس اللہ تعالی نے اس حسبنا اللہ کی لاج رکھ کر ایسا انتظام فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے لیے پوری نسل کو یہاں آباد فرمادیا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم اخلاق کی ایسی بلندیوں پر فائز تھے کہ قرآن مجید نے آپ کے اخلاق کی گواہی دی ''اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ''
آپ صلی اللہ و سلم جن کے لیے اللہ تعالی نے کائنات بنائی' ان کی آمد سے کئی سال پہلے اللہ تعالی نے ایک اور عجیب نشانی اور خصوصیت کا انتظام کیا تا کہ ''محبوب اللہ'' پر اٹھنے والے اعتراضات کی انگلیوں کو جھکا سکے۔ واقعہ کچھ یوں تھا کہ یمن کے بادشاہ ''طبّٰہ''، جس نے سب سے پہلے غلاف کعبہ بیت اللہ پر لگوایا' اسی بادشاہ نے مدینہ والوں سے جنگ لڑی' لیکن یہ جنگ تاریخ کی عجیب جنگ تھی' دن میں لڑتے اور رات کو مدینے والے ان کو مہمان کا رتبہ دے کر کھانا بھیجتے' اس بات پر بادشاہ بڑا متاثر ہوا' پھر کسی عالم نے بادشاہ کو بتایا کہ تم اس شہر کو فتح نہیں کر سکو گے کیوں کہ یہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کا جائے ہجرت ہے' اس بات نے بادشاہ کو بے حد متاثر کیا' بادشاہ کے ساتھ جو علماء تھے' انھوں نے اس سے درخواست کی کہ ہمیں مدینے میں قیام کی اجازت دی جائے۔ بادشاہ نے وہاں گھر بنوائے اور ایک گھر احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بنوایا' جہاں بادشاہ کی اولاد بسی۔ قریب المرگ بادشاہ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نام ایک خط لکھا' جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بطور نبی برحق ہونے کی تصدیق کی تھی اور آپ پر ایمان لانے کا اقرار کیا تھا۔ علّامہ ہیلیؒ فرماتے ہیں کہ ''وہ گھر آباد رہا' بادشاہ کی نسلیں اس میں رہتی رہیں اور وہ خط اپنی نسلوں کو منتقل کرتی رہیں۔ ہجرتِ مدینہ کے وقت قصواء اونٹنی اسی گھر پر جا کر ٹھہری تھی۔ ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ اسی گھر میں رہتے تھے اور وہ خط آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچانے کا شرف ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے حصے میں ہی آیا۔''
یہاں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امتیازی صفات نمایاں ہوتی ہیں کہ ایک شخص ابھی آیا نہیں' اس پر ایمان لانے والے' اس کو خط لکھنے والے' اس کی تصدیق کرنے والے' اس کی آمد کی بشارت دینے والے پہلے سے اس کے منتظر ہیں۔ کیا ایسی ہستی کے بعد کوئی نبی آ سکتا ہے؟ ختم نبوت زندہ باد!! فلک شگاف نعرہ بلند ہوا۔
سبحان اللہ! پورا مجمع فرطِ جذبات سے معمور تھا' صہیب کی کیفیت بالکل مختلف ہو رہی تھی اور پھر سب نے ایک ایسا منظر دیکھا جس کو اس کالج کی تاریخ میں سنہری الفاظ سے لکھا جاتا تھا۔ صہیب ٹرانس کی کیفیت میں اس بزرگ کے پاس اسٹیج پر پہنچا اور اس نے ''کلمہ شہادت'' پڑھ کر اپنے ایمان کی تصحیح کر لی۔ نعرۂ تکبیر سے فضا گونج اٹھی۔ سارا مجمع خصوصاً انیس اور دیگر دوستوں کی آنکھیں اشک بار تھیں' ہر کوئی صہیب سے بغل گیر ہونے کے لیے بے تاب تھا۔

◆◆◆

''صہیب یہ تم نے اچھا نہیں کیا' میں تمھیں اپنی ساری جائیداد سے عاق کر دوں گا۔'' واصف احمد غصّے سے کانپتے ہوئے بولے۔ ''تم جانتے ہو مرزائیت اور احمدیت ہی اصل مذہب ہے' باقی سب فریب اور دھوکا ہے' پھر بھی تم نے ہمارے دشمنوں کا ساتھ دے کر اپنے ساتھ بڑا ہی ظلم کیا' اب تم کہاں سے سارے عیش کرو گے؟ جو پانی کا گلاس بھی اٹھ کر نہیں پیتا۔'' واصف احمد تمسخرانہ انداز میں صہیب کا مذاق اڑانے لگے۔ ''اب بھی وقت ہے پلٹ آؤ۔'' واصف میاں نے صہیب کو ورغلایا۔
''ابو جی جس کے نام کا کلمہ پڑھا ہے' وہی مجھے پالے گا بھی اور پوسے گا بھی۔'' اب میں اس نبی اکرم اور شفیع اعظم کی نبوت پر ڈاکا ڈالنے والے کو دوست نہیں بنا سکتا۔''
صہیب نے اس جذبے سے کہا کہ واصف احمد کی آنکھیں پتھرا گئیں۔
اور پھر وقت نے دیکھا کہ اسی کلمے کی برکت سے صہیب کا ساتھ اس کے دوستوں نے بڑھ چڑھ کر دیا' تمام دوست اس کو حضرت صہیب رومی کی سنت زندہ کرنے والا گردانتے' جس پر صہیب کی آنکھیں اشک بار ہو جاتیں۔
آج وہ ایک نامور کیمیکل انجینئر کے طور پر جانا اور مانا جاتا ہے اور وہ اپنی ان تمام کام یابیوں اور کام رانیوں کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کا صدقہ قرار دیتا ہے۔
ختم نبوت پائندہ باد!

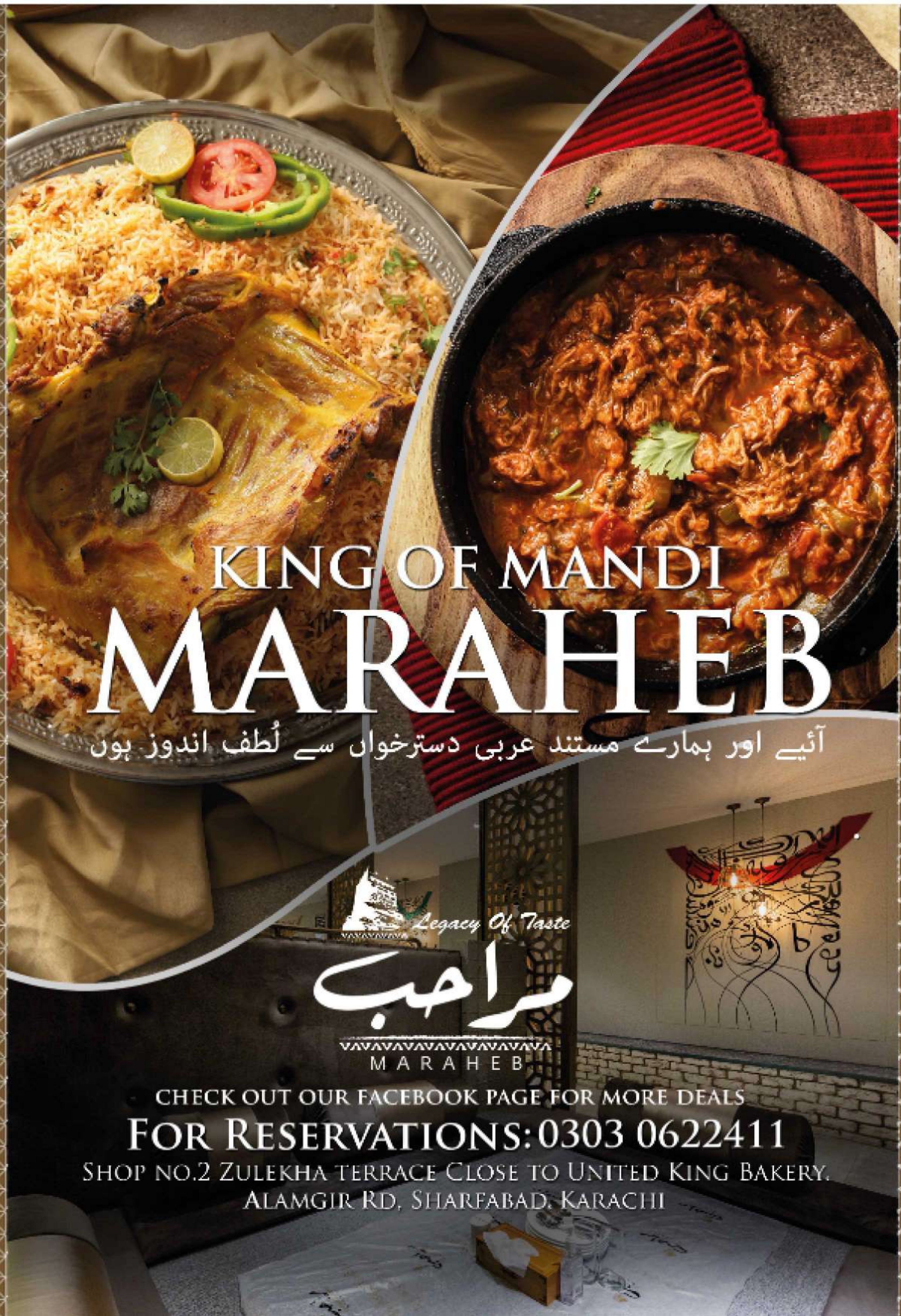

KING OF MANDI
MARAHEB
آئیے اور ہمارے مستند عربی دسترخواں سے لُطف اندوز ہوں
Legacy Of Taste
MARAHEB
CHECK OUT OUR FACEBOOK PAGE FOR MORE DEALS
FOR RESERVATIONS: 0303 0622411
SHOP NO.2 ZULEKHA TERRACE CLOSE TO UNITED KING BAKERY,
ALAMGIR RD, SHARFABAD, KARACHI

قسط نمبر 9

مجھ کو دیکھیں گے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

• جنید حسن

اب کی بار وہ ظہر کی اذان سے قبل مسجد پہنچ کر وہیل چیئر کی لائن میں لگ گئیں۔ اس سے قبل میں مسجد کے احاطے میں قائم شدہ ایک دفتر سے اپنے پاکستانی قومی شناختی کارڈ کو رہن رکھوا کر وہیل چیئر حاصل کر چکا تھا۔ اس وقت 12 نہیں بجے تھے اور اذان سوا بارہ بجے ہوتی تھی۔ عورتوں کے سیکشن میں مواجہہ شریف کے پاس دھکم پیل کی داستانیں ہم نے سن رکھی تھیں، مگر ہم نے دیکھا کہ وہیل چیئر کی قطار طویل ضرور ہے، مگر وہاں کا نظم و نسق بہت اچھا تھا۔ الحمد للہ! ساس بہو دونوں محفوظ طریقے اور اطمینان کے ساتھ ریاض الجنتہ میں عبادت اور روضۂ طیبہ پر درود و سلام پیش کر آئیں۔

دوسری جانب میں نماز پڑھ کر بابِ ابو بکر 3 سے داخل ہوا۔ (ابھی مندرجہ بالا متذکرہ اندر کی تفصیل سے میں ناواقف تھا) ایک خادم مسجدِ نبوی سے میں نے روضہ تک پہنچنے کا راستہ پوچھا۔ اس نے مجھ سے دریافت کیا: "کیا میں ریاض الجنتہ میں نفل پڑھ چکا ہوں۔" میں نے کہا: "یہ تو ابھی عورتوں کے لیے مخصوص وقت شروع ہو گیا ہے۔ میں کیسے پڑھ سکتا ہوں؟" اس نے کہا: "ابھی تو قناتیں پوری نہیں لگی ہیں۔ تم سیدھے چلے جاؤ۔ سبز کارپٹ آ جائیں گے۔ نماز پڑھ کر دائیں ہاتھ کو راستہ جاتا نظر آئے گا، وہاں سے روضے پر پہنچ جانا۔" اللہ اسے جزائے خیر اور رزق میں کشادگی عطا فرمائے کہ میں آگے بڑھا۔ شدید رش تھا۔ کھوے سے کھوا چھل رہا تھا، مگر بالآخر میں ریاض الجنتہ میں پہنچ گیا۔ الحمد للہ! دو صفوں میں دو دو رکعت نفل پڑھے۔ اس دوران دائیں ہاتھ کا راستہ بند کیا جا چکا تھا اور شرطے وہاں سے جانے پر اصرار کر رہے تھے۔ میں بھی واپس چل پڑا اور راستہ تلاش کرتا ہوا باہر نکل کر باب السلام سے دوبارہ داخل ہوا۔ پہلی صف میں اب بھی بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ میں سیدھا بڑھتا گیا، یہاں تک کہ لوگ کھڑے ہوئے۔ ایک چار پانچ فِٹ کی قنات کے پار درود و سلام کہتے نظر آئے۔ میں رک گیا، کیوں کہ مجھے قنات کے پار روضے کے قریب جانا تھا اور یہاں سے راستہ بند تھا۔ میں واپس پیچھے آیا۔ ایک راستہ کھلا ہوا تھا۔ وہاں سے میں ریاض الجنتہ کے لیے مردوں کی لگی ہوئی قطار میں شامل ہو گیا۔

اس وقت مجھے پتا چلا کہ منبر رسول ﷺ کے ساتھ ریاض الجنتہ کی دو تین صفیں خواتین کے لیے مختص نہیں کی جاتیں اور مردوں کے لیے کھلی رہتی ہیں، نیز روضے کے سامنے کا حصہ مردوں کے لیے مخصوص رہتا ہے۔ خیر! میں قطار میں کھڑا رہا، یہاں تک کہ دو سے تین دفعہ آدھے یا اس سے زیادہ گھنٹے کے وقفے سے قنات کھولی جاتی اور مردوں کا اژدہام دوڑتا ہوا ریاض الجنتہ کی طرف کچھ اور بڑھ جاتا، بالآخر میں بھی ریاض الجنتہ تک پہنچ گیا۔ ایک جمِ غفیر تھا، جو نمازیں پڑھ رہا تھا اور بعض پڑھنے کا منتظر بھی تھا۔ میں نفل تو پڑھ ہی چکا تھا اور اب روضے تک پہنچنے کی بے تابی بڑھ گئی تھی، چناں چہ جگہ بناتا ہوا ریاض الجنتہ سے نکلا اور اس راستے پر آیا، جہاں سے روضے کے سامنے پہنچتے ہیں۔ قدم بڑھائے اور روضے کے سامنے ایک خالی جگہ پر آ ٹھہرا۔ میں نے اپنے نبی ﷺ کو مخاطب کیا:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ!

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ!

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَاتَمَ الْأَنْبِيَاءِ!

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَاتَمَ الْمُرْسَلِيْنَ!

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ!

آپ پر بے حد و بے حساب درود و سلام ہو۔ جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْراً

"آپ نے میرے لیے جو کچھ کہا۔ میں قربان آپ پر... میرے ماں باپ قربان آپ پر... میں آپ سے محبت کرتا ہوں۔ میں آپ سے بہت زیادہ محبت کرتا ہوں۔"

پھر میں درود پڑھنے لگا۔

اسی اثنا میں لوگوں کے بڑھتے رش کے باعث ایک شرطی نے مجھے بھی باہر کی طرف کا راستہ دکھایا۔ میں جلدی سے حضرات ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی قبور کے آگے آیا کہ قابلِ رشک یہ دونوں عظیم مومنین خلفائے راشدین، جو نبی کریم ﷺ مرقد میں دفن ہوئے۔ حضور ﷺ نے ایک مرتبہ اپنے دائیں بائیں ان دونوں خلفائے راشدین کے ہاتھ لے کر یہ بھی فرمایا تھا کہ "ہم قیامت میں بھی اسی طرح اٹھیں گے۔" میں نے انھیں یا خلیفۃ الرسول، یا امیر المومنین کہہ کر سلام پیش کیا اور جزائے خیر کہا۔ میں بعد درود و سلام کے باہر آ گیا۔ یہ دن ہماری زندگیوں کے سنہری دنوں کا سرتاج تھا۔ جب ہمیں روضۂ طیبہ پر حاضر ہو کے رسولِ خدا (ﷺ) کے قریب آ کر ان سے راز و نیاز کرنے کا شرف ملا اور دل ہی دل میں اس تصور کی لذّت بھی حاصل کی کہ یقیناً نبی ﷺ نے میری بات کو سنا ہو گا اور جواب بھی مرحمت فرمایا ہو گا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

لہرا کے رہو پرچم

روبینہ عبدالقدیر

وادیٔ کشمیر میں بم، بارود اور بندوق کی گھن گرج میں ''معارج علی'' نے آنکھ کھولی۔ اس دہشت زدہ ماحول میں بچپن گزار کر اب وہ جوانی کی دہلیز پر قدم رکھ چکا تھا۔ وادیٔ کشمیر سے فطری عشق کے باوجود، وہ اب یہاں سے کہیں دور چلے جانا چاہتا تھا۔ وہ اس وادی میں اپنے پیاروں کو کھونے کا مزید حوصلہ نہیں رکھتا تھا۔ اس نے اپنے سفید ڈاڑھی والے دادا کو انڈین آرمی کے ہاتھوں ذبح ہوتے دیکھا تھا۔ اسے آج بھی یاد تھا کہ اس کی بوڑھی اور بیمار دادی کو کیسے بالوں سے گھسیٹ کر بیچ چوراہے تشدّد کا نشانہ بنایا گیا تھا۔ اس کے واحد بچپن کے دوست ''فہد'' کو جس کے ساتھ اس نے پہروں وقت گزارا تھا، انڈین آرمی کے سفاک ہندو فوجیوں نے مار مار کر لہولہان کر دیا تھا اور جب وہ تڑپ تڑپ کر شہید ہو گیا تو اس کی لاش ٹکڑے کر کے چیل، کووں کے آگے ڈال دی تھی اور یہ تو وہ کبھی نہیں بھول سکتا تھا کہ اس کے پیارے بابا کو محض مجاہدین کو پناہ دینے کے الزام میں انڈین درندوں نے کس طرح ڈنڈوں اور بھاری بوٹوں سے پیٹنے کے بعد پورے جسم پر گولیوں کی بارش کر کے، اس کی آنکھوں کے سامنے شہید کر دیا تھا۔

وہ کیسے فراموش کر دیتا یہ سب کہ آج بھی اسے دادا کی سفید ڈاڑھی سرخ لہو میں تر نظر آتی تھی، اس کی کمزور دادی کا زخموں سے چور چہرہ اسے تڑپائے رکھتا تھا، اس کے کانوں میں ہر وقت فہد کی چیخیں سنائی دیتی تھیں، اس کے ہاتھوں سے آج بھی بابا کے لہو کی مہک آتی تھی، وہ اس لہو کی خوشبو کو ہر لمحے اپنے آس پاس محسوس کرتا تھا۔

بابا کے بعد اپنی ماں اور تین بہنوں کا واحد سہارا وہی تھا۔ اگر اسے کچھ ہو جاتا تو اس کی ماں اور بہنیں جیتے جی مر جاتیں۔ یہ سب سوچ کے ہی اس کا دماغ پھٹنے لگتا، دل سمندر کی گہرائیوں میں ڈوب سا جاتا۔ ماں کی فکر مند اور سہمی آنکھیں اور بہنوں کے خوف زدہ بجھے چہرے دیکھ کر وہ اندر ہی اندر ٹوٹ جاتا۔ اب اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ اس قاتل وادی سے کہیں دور امن کے دیس میں چلا جائے گا۔

◆◆◆

نومبر کے اوائل کے دن تھے۔ موسم میں خنکی بڑھ رہی تھی، بلکہ رات کو اچھی خاصی ٹھنڈ ہو جاتی، اس لیے وہ لوگ رات کا کھانا جلدی سے کھا کر بستروں میں دبک جاتے۔ آج ماں نے اس کا پسندیدہ سالن پالک گوشت بنایا تھا۔ دستر خوان پر لگا سالن اس کی بھوک چمکا رہا تھا۔ جلدی سے ہاتھ دھو کر وہ جیسے ہی دستر خوان پر بیٹھا انڈین فوج نے ایمر جنسی نافذ کرتے ہوئے گھر گھر تلاشی لینی شروع کر دی۔ تلاشی کا سن کر معارج کی بھوک مر گئی۔ انڈین فوجی نے دروازہ کھٹکھٹائے بغیر دندناتے ہوئے اندر آ گئے۔ ایک ہندو فوجی نے کھانا دیکھا تو جھپٹ کر اٹھا لیا اور کھانے لگ گیا۔ تلاشی کی آڑ میں پورا گھر اُلٹ کر رکھ دیا گیا تھا۔ جب اس نے ایک فوجی کی غلیظ آنکھیں اپنی بہن سعدیہ پر جمی دیکھیں تو اس کی غیرت! غصّے اور طیش کی شکل میں اس کی آنکھوں میں سرخ لہو کی مانند نظر آنے لگی۔ اس سے پہلے کہ وہ فوجی کو کچھ کہتا سعدیہ نے بھائی کی آنکھوں کا مفہوم سمجھتے ہوئے اس ہندو فوجی کو محسوس کروائے بغیر بھائی کی آڑ میں ہو گئی، لیکن معارج اب کھٹک چکا تھا، وہ جانتا تھا کہ اگر وادی کی جوان ہونے والی لڑکی پر کوئی انڈین فوجی نگاہ جما کے دیکھ لے تو اس لڑکی کی آبرو کے لیے یہی خطرے کی گھنٹی ہوتی ہے۔ فوجیوں کے جانے کے بعد جب ماں نے اس کے آگے کھانا رکھا تو اس نے انکار کر دیا۔ وہ خود کو بہت بوجھل محسوس کر رہا تھا

◆◆◆

سعدیہ، ہادیہ اور نادیہ، یہ تینوں ماں کے ساتھ ناشتے کی تیاری میں مدد کروا رہی

تھیں۔ معارج بہت غور سے اپنی بہنوں کو دیکھتے ہوئے کسی گہری سوچ میں گم تھا۔ نادیہ نے چائے میں چینی ڈالی اور ذرا نظر اٹھا کر بھائی کی طرف دیکھا' وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا' لیکن کسی گہری سوچ میں گم تھا' اس نے حیرت سے بھائی کو دیکھ کر سعدیہ کو ٹہوکا مارا۔ سعدیہ بھی چونک گئی۔ ہادیہ نے چائے کے کپ ٹرے میں سجا کر نادیہ سے چائے ڈالنے کا کہنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ دونوں بہنوں کو کھسر پھسر کرتا ہوا دیکھ کر اس نے ان کی نگاہوں کے تعاقب میں دیکھا اور دیکھتے ساتھ ہی اس نے فٹ پوچھ لیا:

"معارج بھیا! آپ ہم سب کو اس طرح غور سے دیکھ رہے ہیں' جیسے پہلی دفعہ دیکھ رہے ہوں؟"

"ک ک کچھ نہیں گڑیا!" معارج مسکرا کر بولا' لیکن اس کے چہرے پر چھائی پریشانی دیکھ کر سب نے زیادہ سوال کرنے سے گریز کیا۔

◆◆◆

وہ اس آئینے سے نظریں چراتے ہوئے بولا: ماں! اس وادی نے ہم سے ہمارے اپنے چھینے ہیں۔ اس مٹی میں ہمارے اپنوں کا لہو ہے۔ میں اب یہاں نہیں رہ سکتا۔ مجھے اس ماحول میں گھٹن ہوتی ہے۔ بس! آپ سامان باندھیں اور سعدیہ کے ساتھ جا کر نادیہ اور ہادیہ کے اسکول سے سند لے آئیں۔ کسی دن' رات اندھیرے میں موقع دیکھ کر ہم یہاں سے ہجرت کر لیں گے۔" وہ دوٹوک بولا۔

ماں اس کے چہرے کا تناؤ دیکھ کر اسے مزید سمجھانے سے خود کو روکنے کی کوشش کرنے لگیں۔

◆◆◆

سعدیہ دونوں بہنوں کو ہوم ورک کروا رہی تھی۔ ماں پاس بیٹھی دھلے ہوئے کپڑوں کو تہ لگا رہی تھیں۔ معارج نے بہنوں کے سامنے جان بوجھ کر وہی ذکر دوبارہ چھیڑ دیا۔

"ماں! آپ نے سامان باندھنا شروع کیا۔۔۔؟ آپ جانتی ہیں نا' اب ہم نے زیادہ دن یہاں نہیں رہنا' ہمیں پاکستان جانا ہے' اب ہم وہیں رہیں گے۔" اس سے پہلے کہ ماں کچھ بولتیں' ہادیہ چمکتی ہوئی آنکھوں سے بولی: "بھیا! پاکستان میں ہندو فوجی تو نہیں ہوں گے۔۔۔؟"

"نہیں' ہادیہ! وہاں اسکول بھی بند نہیں ہوگا' ہم روز اسکول جایا کریں گے اور ہم باہر کھیلنے بھی جا سکیں گے۔" نادیہ نے کھڑے ہو کر تقریر کرتے ہوئے بتایا۔ ماں ان کی باتیں سن کر ہکا بکا رہ گئیں۔

آزادی کا خواب صرف معارج ہی نہیں' ان کی بیٹیاں بھی دیکھتی تھیں۔

"اور میں وہاں کالج میں داخلہ لے کر ڈاکٹر بھی بن سکوں گی۔" سعدیہ نے بھی اپنی خواہش کا اظہار کر ڈالا۔ بہنوں کے سپنے سن کر معارج نے خاموش مگر جتاتی نظروں سے ماں کی طرف دیکھا۔ ماں ٹھنڈی سانس بھر کے رہ گئیں۔

◆◆◆

مقبوضہ کشمیر میں مجاہدین وہاں کے مکینوں کے گھروں میں اکثر پناہ لینے کی غرض سے آتے رہتے ہیں اور کشمیری اپنے ان مجاہدین کے لیے گھر اور دل کے دروازے ہر وقت کھلے رکھتے ہیں۔ بیشتر کشمیری اسی وجہ سے انڈین فوج کے عتاب کا نشانہ بنتے رہتے ہیں۔

رات کے آخری پہر دروازہ ہلکا سا بجا۔ ہلکے سے کھٹکے پر تہجد کی غرض سے اٹھنے والا معارج سمجھ گیا کہ باہر کوئی مجاہد ہے' اس نے فوراً دروازہ کھول دیا اور اندر آنے والے شخص کو دیکھنے کے لیے بتی جلا دی۔ روشنی میں نظر آنے والا چہرہ کسی اجنبی کا نہیں' بلکہ مردِ مجاہد حذیفہ بھائی کا تھا۔ حذیفہ بھائی چھپ چھپا کر کشمیریوں کی مدد کے لیے آئے ہوئے "مجاہدِ اسلام" تھے' وہ اکثر ان کے گھر آتے رہتے تھے۔ آج بھی وہ انڈین فوج کے کڑے پہرے کے باوجود نظر بچا کر' ان کے گھر پناہ لینے آئے تھے۔ معارج نے ماں کو جگایا تو اس کی تینوں بہنیں بھی جاگ گئیں اور گھر میں ایک مہمان مجاہد کو دیکھ کر سب بے حد خوش ہوئے معارج کی بہنوں نے مہمان کے لیے کھانا تیار کر کے بھجوایا۔

کھانے سے فارغ ہونے کے بعد معارج کی ماں نے مہمان مجاہد سے کہا۔

"بیٹا! معارج ہم سب کو مجبور کر رہا ہے کہ ہم پاکستان ہجرت کر جائیں' یہاں کے ظلم و ستم اور دہشت زدہ ماحول سے دور امن اور سکون سے زندگی گزاریں۔" انھوں نے معارج کی دل کی باتیں حذیفہ بھائی کے سامنے کھول کر رکھ دیں' اس نے شکایتی آنکھوں سے ماں کی طرف دیکھا۔ اسے ڈر تھا کہ حذیفہ بھائی اس کی بات سن کر ناراض ہو جائیں گے اور اس کے توقع کے عین مطابق وہ اس سے خفا ہو گئے۔

"معارج! آپ مسلمان اور موت پر یقین رکھنے کے باوجود اس قدر بزدلی کی بات کیسے کر سکتے ہیں۔۔۔؟ وادی کو آپ جیسے غیور اور پھرتیلے جوانوں کی ضرورت ہے۔ جیسے آپ اپنا اور اپنی فیملی کا تحفظ چاہتے ہیں' اسی طرح وادیٔ کشمیر کی ہر ماں اور بہن کو تحفظ کی ضرورت ہے۔ کیا سب کا وادیٔ کشمیر سے ہجرت کر جانا اس مسئلے کا حل ہے؟" ان کے لہجے سے اندازہ ہو رہا تھا کہ انھیں معارج کی سوچ سے کس قدر تکلیف پہنچی ہے۔

معارج شرمسار ہو گیا۔

"آپ جانتے ہیں' میں کون ہوں۔۔۔؟ میں ایک چیچن ہوں اور میلوں دور سے مشکلات کے باوجود آپ سب کے تحفظ اور مدد کے لیے اپنا وطن اور گھر بار چھوڑ کر آیا ہوں' کیوں کہ میرے نبی کی امت اس وقت مشکل میں ہے۔ کشمیریوں کو ہماری مدد کی ضرورت ہے۔ کیا اس دہشت گردی اور انڈین آرمی کے مظالم سے فرار کی کوشش سے مقبوضہ کشمیر آزاد ہو جائے گا۔۔۔؟" معارج سمیت سب کے سر نفی میں ہلے۔ "لیکن ہم سب کی جدوجہد کے بعد ان شاء اللہ! کشمیر ضرور آزاد ہو جائے گا۔ کشمیر بھی آزادی کا سورج طلوع ہوتے ضرور دیکھے گا۔ کشمیر میں بھی آزادی کا پرچم ضرور لہرائے گا۔" حذیفہ بھائی کی بات ختم ہوتے ہی ہادیہ نے ہاتھ اٹھا کر یہ شعر پڑھا:

کشمیر کی وادی میں لہرا کے رہو پرچم
ہر جابر و ظالم کا کرتے ہی چلو سر خم

معارج نے سب سے معافی مانگی کہ اس نے اتنی بزدلی والی باتیں کیوں سوچیں؟

حذیفہ بھائی کے ہاتھ تھام کر عقیدت سے آنکھوں کے ساتھ لگا لیے۔ اور میں بھی اب آپ کے نقش قدم پر چل کر اپنے کشمیر کی آزادی کی خاطر آخری سانس تک لڑوں گا' اور پھر سب نے "ان شاء اللہ" کہا۔

دُور فضا میں مرغے نے بانگ دے کر ایک نئی صبح کے آغاز کی نوید سنائی!

Your Friend In Real Estate

جُنید امِین

الحمدللہ پورے اطمینان اور بھروسے کے ساتھ
بحریہ ٹاؤن، ڈی۔ایچ۔اے سٹی اور ڈیفنس کراچی میں
محفوظ اور منافع بخش سرمایہ کاری۔
معلومات اور مشورے کے لیے

جُنید امِین

BAHRIA TOWN

DHA CITY

نزد مسجد بیت السلام، خیابان جامی، فیز 4، ڈیفنس، کراچی

021-35313254 - 0300-9213373 junaidameen@live.com

ہال میں پہنچے تو پتا چلا کہ مردوں اور عورتوں کا ایک ساتھ انتظام ہے۔ سارہ پریشان سی ہو گئی۔ بلال نے سارہ کی پریشانی بھانپتے ہوئے کہا: ”تم بے شک برقع مت اتارنا۔ ویسے بھی میں نہیں چاہتا کہ میری بیوی کو کوئی نظر لگائے۔“ آخری بات پر شوخی اتر آئی۔

”شکر الحمدللہ!“ سارہ نے دل میں کہا۔

***

آج سارہ، بلال کے ساتھ شاپنگ پر آئی تھی اور سارہ کے برعکس بلال کو گھومنے پھرنے کا شوق تھا۔ تھوڑی شاپنگ کرنے کے بعد وہ لوگ فوڈ کورٹ میں گئے۔ ”کیا منگواؤں؟“ بلال نے پوچھا۔

”بس آئس کریم کھا لیتے ہیں۔ گھر میں آپ کو آپ کی پسند کی ڈش بنا دوں گی۔ باہر کی چیزوں کا تو پتا ہی نہیں ہوتا کہ کس طرح بناتے ہیں اور دوسرا یہی پیسے ہم اچھے کاموں میں صَرف کر سکتے ہیں۔“ سارہ نے پیار سے کہا۔ ”اچھا بھئی! تم کو تو ہر چیز میں اچھائی، برائی کی فکر پڑی رہتی ہے۔“ بلال نے اسی کے انداز میں کہا۔ اب وہ دونوں بیٹھے آئس کریم کھا رہے تھے کہ بلال نے سنجیدگی سے پوچھا: ”یار صحیح بتاؤ! تمھیں کبھی کھانے پینے، گھومنے پھرنے کا شوق نہیں ہوا؟“

”صحیح بتاؤں تو میں پہلے بہت زیادہ شوقین تھی۔ میں نے پہلے اپنی ساری پاکٹ منی اِسی کھانے پینے پر اُڑائی ہے۔ اب سوچتی ہوں، کیا فائدہ ہوا ان چیزوں کا؟“ سارہ نے اداس ہو کر جواب دیا۔

”بھئی! دل کی خوشی!“ بلال نے پیار سے کہا۔

”ہاں یہ تو ہے، مگر دل کی خوشی صرف انہی چیزوں سے تو حاصل نہیں ہوتی۔ دل کی خوشی تو دوسروں پر خرچ کر کے بھی ہوتی ہے۔ امی ابو کی خدمت کر کے بھی ہوتی ہے اور آپ کو دیکھ کر بھی ہوتی ہے!“ آخری جملہ شرارت بھرے انداز میں کہا۔ ”اچھا! صحیح بتاؤ تم نے مجھے پہلی بار کب دیکھا تھا؟“ بلال نے موڈ میں پوچھا۔

”شادی کے بعد۔“ سارہ سچائی سے بولی۔

”واہ! پتا ہے میں نے تمھیں پہلی بار کب دیکھا تھا؟“ بلال بولا۔

”کب؟“ سارہ نے تجسّس سے پوچھا۔

”میں نے تمھیں کسی کی شادی میں دیکھا تھا، جب تم پردہ نہیں کیا کرتی تھی۔“ بلال نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”اچھا!“ سارہ حیران ہوئے بنا نہ رہ سکی۔

”تمھیں پتا ہے! تب تم خوب صورت تو بہت لگ رہی تھی، لیکن یہ جو معصومیت تمھارے چہرے پر اب ہے، وہ پہلے نہیں تھی۔“ بلال سچائی سے گویا ہوا۔ کچھ دیر یوں ہی دونوں باتیں کرتے رہے۔ گھر پہنچے تو بلال اپنے کمرے میں چلا گیا، جبکہ سارہ اپنی ساس کے کمرے میں داخل ہوئی۔

”السلام علیکم امی!“ سارہ نے نقاب اتارتے ہوئے سلام کیا۔

”وعلیکم السلام! آپ لوگ آگئے بیٹا؟“ پیار سے پوچھا۔

”جی امی! یہ کچھ خریداری کی ہے میں نے۔ آپ دیکھ لیں!“ سارہ نے ساس کو شاپر دیتے ہوئے کہا۔ ساس نے جھجکتے ہوئے شاپر کھولا۔ تینوں سوٹ دیکھے۔ ایک سوٹ پر ان کی نگاہ چند لمحے کے لیے رک گئی تو سارہ نے جھٹ سے کہہ دیا:

”امی جی! یہ سوٹ آپ کے لیے لیا تھا اور یہ دوسرا سوٹ میری نند ارم باجی کا ہے اور یہ تیسرا بلال نے میرے لیے لیا ہے۔“ سارہ نے اپنائیت بھرے لہجے میں کہا۔ ”السلام علیکم! امی جان ہم آگئے۔“ یہ بلال تھا۔ آ کر ماں سے چپک گیا۔

”وعلیکم السلام! آپ اب آئے ہیں۔ میری بیٹی تو کب سے میرے پاس بیٹھی ہے۔“ ساس نے پیار سے سارہ کی طرف دیکھا۔ ”امی! ابو کہاں ہیں؟ نظر نہیں آرہے۔“ سارہ نے پوچھا۔

”بیٹا! کسی دوست کی طرف گئے ہیں۔“ سارہ کی ساس نے کہا۔

”اچھا!“ ان کی بات سن کر وہ جلدی سے کمرے سے نکلی، کیوں کہ ابھی سب نے کھانا بھی کھانا تھا۔

***

”تمھاری زندگی کی سب سے بڑی خواہش کیا ہے؟“ آج سدرہ آئی تھی، کچھ باتوں کے بعد اس نے سوال کیا تھا۔ (جاری ہے)

"میری بات سمجھ رہی ہو نالاریب؟ امی بہت اکیلی ہو جاتی ہیں لاریب۔ تم ان کی طاقت ہو' جب تک تم ان کو حوصلہ دیتی رہو گی اور خود مضبوط رہو گی' تب تک دنیا کی کوئی طاقت ان کو توڑ نہیں سکتی' لیکن اگر تم ہی کمزور پڑ گئی تو ان کو حوصلہ دینے والا کوئی نا رہے گا۔ وہ اپنے آپ کو مضبوط ظاہر کرتی ہیں' لیکن میں جانتا ہوں کہ وہ اندر ہی اندر روتی ہیں۔ ایک مجاہد کی فیملی کو کیسا ہونا چاہیے؟ مجھے ایسے ہی چاہیے' جیسے ہو آپ لوگ۔ اب میں دوبارہ نہ دیکھوں اپنی چھوٹی سی' پیاری سی گڑیا کو روتے ہوئے' اوکے؟" فہد نے استفہامیہ انداز میں اس کی طرف دیکھا تو اس نے آہستگی سے سر ہلایا۔ "بھیّا! میں' میں آخری دفعہ رولوں' پلیز!" یہ کیسی التجا تھی۔۔۔ فہد کو لگا جیسے کسی نے اس کا دل چیر دیا ہو۔ فہد سے اس کا رونا برداشت نہ ہوا تو وہ تیزی سے کمرے سے باہر نکلا اور ضبط کرنے کی کوشش میں' اس کی آنکھیں انتہائی حد تک سرخ پڑ چکی تھیں۔ آنکھوں کی گیلی ہوتی سطح ماں نہ دیکھ لے' اس لیے وہ گھر سے ہی نکل گیا۔

◆◆◆

میس میں اس وقت سناٹا چھایا ہوا تھا۔ سب کھانا کھا کر جا چکے تھے۔ بس اِکا دکا کہیں سرونٹس کے برتن اٹھانے اور رکھنے کی آواز ماحول کی خاموشی کو چیر رہی تھی۔ غور کرنے پر میس کے کونے والی اندھیری جگہ پر کُہنیاں میز پہ ٹکائے' کسی نادیدہ نقطے کو پُر سوچ نگاہوں سے گھورتا فہد عباس دکھائی دے رہا تھا' چوں کہ کھانے کا ٹائم باقی تھا' سو اس کو فی الحال بلاوا نہیں آیا تھا۔ وہ اپنی ہی سوچ میں مستغرق تھا جب کوئی اس کے کندھے پر ہاتھ مارتا دھپ کر کے اس کی ساتھ والی کرسی پر آ بیٹھا' وہ چونک سا گیا۔ "ہاں' بھئی! کہاں گم ہے؟" یہ احسن تھا' اس کا جگری دوست۔

اس نے جواب دینے کے بجائے مسکراتے ہوئے نفی میں سر ہلایا' لیکن پھیکی سی مسکراہٹ' اس کی افسردگی کا بھید کھول رہی تھی۔ آگے بھی احسن تھا' جو اس سے اگلوانا اچھی طرح جانتا تھا۔ "بول بھی دے یار اب' کیا بات ہے؟ مجھ سے بھی چھپائے گا کیا؟ چل بول!" اس کا مُصر لہجہ فہد کے ہونٹوں پر مسکراہٹ لے آیا' زندگی سے بھرپور مسکراہٹ۔

"تجھ سے کیا چھپاؤں گا یار! تیرے سامنے تو کھلی کتاب کی طرح ہوں میں۔ بس ایسے ہی گھر والوں کی یاد آ رہی تھی۔ کبھی کبھی میں سوچتا ہوں احسن! کہ ہمارے یہاں ہونے سے کسی کو کیا فرق پڑتا ہے' نہ بھی ہوں تب بھی اس ملک نے تو چلنا ہی ہے۔ ہماری تھوڑی بہت کوشش اس کا کیا سُدھار سکتی ہے۔" فہد نے اپنی بات کی تائید کے لیے احسن کی طرف دیکھا تو وہ بے یقینی سے اسے ہی دیکھے جا رہا تھا۔

"فہد! یہ تُو کہہ رہا ہے' وہ جو وطن کی محبت میں اپنا سب کچھ لُٹانے کا عزم رکھتا ہے' وہ کہہ رہا ہے کہ اگر ہم نہ ہوئے تو کیا فرق پڑتا ہے؟ کیا تُو نہیں جانتا کہ دیوار کا ہر پتھر چاہے کتنا ہی چھوٹا کیوں نہ ہو' وہ اپنی ایک قیمت رکھتا ہے اور اگر ایک پتھر یا ایک اینٹ بھی اپنی جگہ سے سَرک جائے تو پوری دیوار کے گرنے کا خدشہ ہوتا ہے۔ کیا تُو اس دیوار کو گرانا چاہتا ہے؟ جس کو کھڑا کرنے کے لیے ہزاروں نے اپنی جان کے نذرانے پیش کیے۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا فہد کہ کبھی یہ سوال تمہارے ذہن میں بھی اٹھ سکتا ہے۔ آئی کانٹ بلیواِٹ!" اس کا مسلسل نفی میں ہلتا سر فہد کو پشیمان کر رہا تھا۔ "فہد! میں کوئی بہت بڑا انسان نہیں ہوں' لیکن میں یہ جانتا ہوں اور یقین رکھتا ہوں کہ تمام کائنات کے مستقل اور مقدّس نظام میں ادنٰی سی ادنٰی کوشش کا بھی صلہ

فرض یا قرض

آخری حصہ

اہلیہ مظفر

ملتا ہے اور ذرا سی کوشش کو بھی وہ قدردان رب رائیگاں نہیں جانے دیتا، پھر چاہے ہماری کوشش بہت چھوٹی سی کیوں نہ ہو، لیکن وہ رب کے نزدیک بہت بڑی ہو گی، انشاء اللہ!" احسن ایک دوست ہونے کے ناطے اسے سمجھاتے ہوئے اس کے دماغ کے جالے صاف کر رہا تھا، لیکن لہجے سے ناراضی کا اظہار واضح ہو رہا تھا گویا اُسے اس کی بات سے تکلیف پہنچی تھی۔ "سوری یار! شاید کچھ زیادہ ہی بول گیا میں۔" فہد نے فوراً سے بیش تر معذرت طلب کی، ورنہ اُس سے کچھ بعید نہ تھا کہ جنگ کے داؤ پیچ اسی پر آزما بیٹھتا۔ "اور غلط بھی۔" احسن نے بھی فوراً تصحیح کی تو وہ پورے دل کے ساتھ قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

"اچھا، بھئی! ایک بار پھر سوری۔ اب کیا قدموں میں پڑوائے گا۔ معاف بھی کر دے اور یہ شکل ٹھیک کر، ورنہ میں رو پڑوں گا۔" دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور ہنس پڑے۔ "اپنوں کی یاد کسے نہیں آتی فہد۔ مجھے دیکھو! اپنا 6 مہینے کا لختِ جگر پیچھے چھوڑ آیا ہوں۔ بس نام سنا ہے اس کا، نجانے دیکھ سکوں گا بھی یا نہیں، لیکن اس قوم کی اُمید اور آس ہم ہیں۔ ہم ہی بزدل یا کمزور پڑ گئے تو آزادی کے نام پر چلنے والا یہ خطۂ اسلام، دوبارہ سے غلامی کی زنجیر پہننے پر مجبور ہو جائے گا، مگر ہم ایسا ہونے نہیں دیں گے۔ فرض ہے، جو ادا کریں گے، لیکن کبھی پیچھے نہیں ہٹیں گے۔" احسن کا بوجھل انداز فہد کو آزردہ کر گیا، لیکن ایک عزم اور ولولہ دونوں کو تھما گیا۔ ہاتھوں میں ہاتھ دیے اور انشاء اللہ کہتے ہوئے، مضبوط قدموں کے ساتھ دونوں باہر کی طرف چل دیے۔

◆◆◆

سرحدی کناروں پر تعینات تمام فوجی یومِ دفاع کے موقع پر قوم کی حفاظت اور ملک وملّت کے ناموس کی خاطر سر پر کفن باندھے، سینہ تانے کھڑے تھے، اسی میں ایک فہد عباس بھی تھا، جو اپنی ماں اور بہن کا واحد کفیل تھا اور آخری آرزو اور سہارا بھی، لیکن یہاں پر آنے والے، رشتوں کی زنجیروں کو توڑ کر آتے ہیں، انھیں فصیلوں پر چڑھا کر آتے ہیں، اپنوں کو اپنی موت کی خبر سنا کر آتے ہیں اور انتظار کے جلتے ٹمٹمے بجھا کر آتے ہیں۔ فہد کو اس وقت لاریب بہت یاد آ رہی تھی۔

بچپن سے ہی اسے یاد تھا کہ وہ اس کے بغیر رہ نہیں سکتی تھی، اگر وہ تھوڑی دیر کے لیے کہیں کھیلنے بھی نکل جاتا تو وہ پیچھے رو رو کر ہلکان ہو جاتی اور پھر امی کو اسے بلوانا پڑ جاتا۔ فہد نے اس وجہ سے باہر کھیلنا ہی چھوڑ دیا، جو بھی کھیلنا ہوتا وہ لاریب کے ساتھ کھیلتا۔ وہ شروع سے ہی تھوڑی ضدی سی تھی۔ امی کہتی تھی کہ وہ فہد کی وجہ سے بگڑی ہے اور وہ ہنس کر اس الزام کو قبول کر لیتا۔ ہر وہ چیز جس کی وہ خواہش کرتی وہ بس اسے چاہیے ہوتی تھی، اگر وہ نہ ملتی تو پورا گھر سر پر اٹھا لیتی تھی۔ سو فہد کی ساری پاکٹ منی، جو وہ اسی وجہ سے سنبھال کر رکھتا تھا، وہ لاریب کی خواہش کی نذر ہو جاتی اور جب وہ اپنی چیز کو پا کر خوشی سے "آپ بہت اچھے ہیں بھیا! اللہ سب کو آپ جیسے بھیا دیں۔" کہتی تو اسے لگتا، جیسے اس کی ساری محنت وصول ہو گئی ہو۔ اس وقت بھی ایک عجیب سا خیال اس کے ذہن میں آیا تو اس نے فوری جھٹک دیا۔ اگر اسے کچھ ہو گیا تو اسے لگتا تھا لاریب جیسے جیتے جی مر جائے گی اور اس کے لیے یہ خیال بھی سوہانِ روح تھا۔ بار بار وہ ٹوٹنے لگتا، لیکن اس کو اپنی پُشت پر جب اپنی ماں کا سہارا دیتا ہوا ہاتھ محسوس ہوتا تو وہ اپنے آپ کو سنبھال لیتا، اور سوچتا کہ وہ ماں ہو کر ایسا صبر اپنائے ہوئے ہے تو کیا وہ بیٹا ہو کر ان کے صبر کی لاج نہیں رکھ سکتا۔۔۔؟ یہ سوچ اس کو مضبوط رکھے ہوئے تھی۔

اس وقت بھی وہ لبوں پر کلمۂ شہادت جاری رکھے ہوئے تھا اور ساتھ ساتھ اپنے گھر والوں کے لیے بھی دعائیں کر رہا تھا، اسی وقت انھیں الرٹ رہنے کا اشارہ آیا، لیکن اس کو فوری سنبھلنے میں ایک لمحے کی تاخیر ہوئی اور مخالف سمت سے آتی گولی، اس کی زبان پر لفظِ اللہ کو جوڑتی، اس کے سینے کو چیر گئی۔ آج پھر ایک پاسبانِ وطن دھرتی ماں پر اپنا وجود قربان کرتے ہوئے ملک کو ایک تاریخ دے گیا تھا۔ آخری منظر جو اس کی آنکھوں میں تھا، وہ اس کی ماں اور بہن کی انتظار کرتی نظریں تھیں، جو نجانے کب سے دروازے کو تک رہی تھیں۔ اسی وقت نعرۂ تکبیر بلند ہوا اور اس کی شہید ہونے کی خبر چاروں اطراف میں پھیل گئی۔ وہ فرض تھا یا جانے قرض تھا، لیکن فہد اسے اُتار چکا تھا۔

◆◆◆

ذرا نَم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی! آج ہمیں اُن کی ضرورت نہیں، جو شجرِ ملت میں پھول بن کر چمکنا چاہتے ہوں اور پھل بن کر کام و دہن کو شیریں کرنا چاہتے ہوں۔ ہمیں تو اُن کی ضرورت ہے، جو کھاد بن کر زمین میں جذب ہوتے ہوں اور جڑوں کو مضبوط کرتے ہوں، جو مٹی اور پانی میں مل کر رنگین پھول پیدا کرتے ہوں، جو خود فنا ہوتے ہوں اور پھلوں میں لذّت اور شیرینی پیدا کرتے ہوں۔ ہمیں اُن کی ضرورت نہیں، جو کاخ وایوان کے نقش و نگار بن کر نگاہ کو خیرہ کرنا چاہتے ہوں۔ ہم تو اُن بنیاد کے پتھروں کو چاہتے ہیں، جو ہمیشہ کے لیے زمین میں دفن ہو کر مٹی کے نیچے دَب کر اپنے اوپر عمارت کی مضبوطی کی ضمانت قبول کرتے ہوں۔

◆◆◆

"امی! شہید تو زندہ ہوتے ہیں نا، پھر یہ سارے لوگ ماتم کیوں کر رہے ہیں؟" لاریب خالی خالی نظروں سے صحن کو دیکھ رہی تھی، جہاں اڑوس پڑوس کی عورتیں اپنے تئیں جوان جہاں بیٹے کا غم منانے آئی تھیں، لیکن اس ماں کے صبر اور ہمت کی داد دیے بنا نہیں رہ سکی تھی، جو مسکرا کر کہہ رہی تھی: "مجھے مبارک باد دیجیے! میں ایک شہید کی ماں ہوں۔" فہد عباس، لاریب عباس اور زرینہ عباس کو جو اعزاز دیا گیا تھا، وہ ان کو آنسو بہانے کی اجازت نہیں دیتا تھا اور لاریب اپنے بھیّا کے ساتھ کیے گئے اس آخری وعدے پر قائم رہنا چاہتی تھی، جو اُس سے لیا گیا تھا کہ ماں کو سہارے کی ضرورت تھی، لیکن بس اس کو مضبوط رہنا تھا، سو وہ اٹھی اور اس اٹھنے کی کوشش میں بار بار گری، لیکن بالآخر وہ کام یاب ہو گئی اور کام یابی اُن ہی لوگوں کے قدم چومتی ہے، جو صبر اور ہمت کا دامن تھامے رکھتے ہیں۔

یقین عشق سے ملی یہ سوغات مجھے
کبھی جُہدِ مسلسل، کبھی وہ ذات مجھے

اطاعت دلیل ہے

بنت رفیق

"اوہو۔۔۔ بھلا تمہیں کیا ہوا' رو کیوں رہے ہو؟" بلال کی نم آنکھیں دیکھ کر انعم بھلا کہاں چپ رہنے والی تھی۔ "نہیں' نہیں تو' میں تو نہیں رو رہا بالکل بھی۔" بلال نے جلدی سے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔

"ارے بھائی! بتائیں نا جلدی سے 'اب میں آپ کی نم آنکھیں دیکھ ہی چکی ہوں تو پوچھے بنا جان نہیں چھوڑنے والی۔ بتائیں کیا ہوا ہے میرے بھائی کو؟" انعم' بلال بھائی کو گویا حکم سنا کر بھائی کے بائیں طرف صوفے پر بڑے تحمل سے براجمان ہو گئی اور لگی انتظار کرنے کہ کب اس کے اکلوتے بھائی لب کشائی فرماتے ہیں۔ "انعم!" خلا میں گھورتے ہوئے بلال نے بولنا شروع کیا۔

"کتنی عجیب بات ہے نا! ایک بے جان شے میرے نبی ﷺ کے جدا ہونے پر رو پڑے' درخت کے تنے میں محبت کی شدّت کا یہ عالم کہ مسجد نبوی کا منبر تیار ہونے پر آپ ﷺ خطبے کے لیے آگے بڑھے تو وہ چیخ پڑا' وہ رو پڑا کہ آج تو سرکار سے جدائی ہو گئی اور ہاں ایک جانور گدھی (کہنے کو جانور) کو جب پتا چلا کہ وہ میرے مالک' وہ رحمت للعالمین پردہ فرما گئے تو اب اس جہاں میں میرا کیا کام وہ روتی ہوئی دوڑی اور ایک کنویں میں گر کر جان دے دی۔ سفر میں میرے نبی ﷺ کو حاجت پیش آئی تو جھاڑیوں نے پردہ کیا اور پھر بعد میں کسی صحابی کا گزر اس راستے سے ہوا تو انھیں اپنے نبی ﷺ یاد آئے کہ میرے نبی ﷺ ایسے سفر میں تھے اور ایسے جھاڑیوں نے پردہ کیا تھا تو نبی ﷺ کی محبت میں ہی بے ضرورت آپ کی نقل فرماتے ہیں۔ آآ ہہہہ!" بلال بھائی نے توقّف کرنے کو ایک آہ بھری جو ان کے سینے سے نکلی تھی تو انعم جو ٹکٹکی باندھے ہمہ تن گوش بلال بھائی کی باتیں سننے میں محو تھی' ایک دم سے چونک گئی' پھر قدرے غور و فکر کرتے ہوئے بولی۔

"محبت اسی چیز کا نام ہے بھائی۔" بلال بھائی نے انعم کی یہ بات سن کر تعجب سے پہلے اسے دیکھا پھر پوچھا: "گڑیا! کیا مجھے اور تمہیں محبت کا دعویٰ ہے؟" بلال اور انعم ہم عمر ہی تھے' لیکن پھر بھی بلال کبھی کبھی پیار سے اسے گڑیا پکارتا۔

"کیوں نہیں بھائی؟ مجھے اپنے نبی ﷺ سے بہت ت ت ت ساری محبت ہے۔" انعم نے "بہت" کو دراز کرتے ہوئے کہا۔

"انعم! تمہیں دعویٰ ہے؟" بلال نے پھر سے الفاظ کا پھیراؤ کرتے ہوئے سوال داغا تو انعم نے پھر سے وہی جواب دیا: "جی بھائی بالکل مجھے دعویٰ ہے۔"

"انعم! تمہیں دعویٰ تو ہے' لیکن کیا واقعی عملی محبت ہے تمھیں اور مجھے؟" انعم' بھائی کے اس سوال پہ جیسے سن ہو گئی ہو' کچھ بول نہ سکی تو بلال بھائی نے کہنا شروع کیا۔

"گڑیا! محبت وہ نہیں ہے جو میں اور تم سمجھتے ہیں۔ ہم زبانوں سے کہنے کو ہی شاید محبت سمجھ بیٹھے ہیں گڑیا! محبت کی دلیل اطاعت ہے۔ حضرت طلحہؓ کی نئی نئی شادی ہوئی' بس نکاح کر کے لائے ہی تھے کہ جہاد کے حکم پر سر تسلیم خم کرنے کو تیار ہو گئے' ابھی کچھ لمحے پہلے تو دلہا تھے' بدن پر دلہے کا کُرتا تھا اور اب آپ شہید۔۔۔ اور لال خون میں رنگا کُرتا خوشبو سے معطر' اللہ۔۔۔" بلال پھر سے خلا کو گھورتے ہوئے جذبات کو بیان کر رہے تھے۔ انعم کی ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ وہ بھائی کو دیکھے' وہ تو خود کو بھی نہیں دیکھ پا رہی تھی۔ شاید وہ سمجھ چکی تھی کہ دعویٰ ہی ہے ہمیں تو بس! عین اسی وقت چند دن پہلے کہیں پڑھا ہوا واقعہ یاد آیا جسے پڑھ کر اس نے افسوس تو بہت کیا تھا اور دکھ کا حق بھی ادا کیا تھا' لیکن اب آنسو اپنا حق مانگ رہے تھے۔ اسے اب واقعہ میں پڑھی حضرت سمیہؓ کی شہادت کے معنی سمجھ آ رہے تھے کہ تھیں تو وہ بھی صنفِ نازک جاں' میرے نبی ﷺ کے الفاظ "عورت تو ایک شاخ کی مانند ہے' سختی سے پکڑو گے تو ٹوٹ جائے گی۔ ایک طرف یہ الفاظ تھے اور دوسری طرف حضرت سمیہؓ کی سہی ہوئی سختی۔۔۔ اللہ!!! آگے تو وہ سوچ ہی نہ سکی۔ "انعم!" بلال بھائی نے انعم کو مخاطب کیا تو انعم نے خیال سے نکل کر جواب دیا۔ "جی بھائی!"

"میرا دل کہتا ہے۔۔۔۔" بلال بھائی اتنا کہہ کر خاموش ہو گئے تو انعم پھر سے مخاطب ہوئی۔

"جی بھائی!"

"انعم! میں اور تم نیزوں کو سینوں میں چبھونے کے لیے کھڑے نہیں ہوئے' لیکن اللہ ہمیں ایسا ایمان نصیب فرمائے کہ ہم اسلام پہ اٹھنے والے ہر تیر کے آگے ڈھال بن جائیں۔" بلال بھائی پر جذباتیت چھائی ہوئی تھی۔

"آمین!" انعم نے بلال بھائی کی بات پر دل سے آمین کہا' لیکن بلال بھائی تو جیسے کسی خیال میں کھوئے ہوئے اپنی بات کا تسلسل جاری رکھے ہوئے تھے۔

"میں اور تم راتوں کو اٹھ کر ان لوگوں میں تو شامل ہو سکتے ہیں نا! جن کے بارے میں قرآن نے کہا "ان کی پیٹھیں ان کے بستروں سے الگ ہوتی ہیں۔" اور پھر میرے اور تمھارے نبی ﷺ۔۔۔" بلال نے گڑیا کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔

"اپنے رب کے حضور اتنی اتنی دیر کھڑے قیام فرماتے کہ پاؤں مبارک پر ورم آ جاتا۔" یہ جملہ کہتے ہوئے بلال کی آنکھوں میں پھر سے نمی آ گئی۔

"جی!" انعم نے آنسو نگلتے ہوئے بلال بھائی کو جواب دیا۔

"ہم درخت کے تنے کی محبت کے ذرا مثل نہیں ہو سکتے' لیکن کیا پتا ہمارے ارادے' ہماری ٹوٹی پھوٹی اطاعت' روزِ محشر ہمارے گناہوں کے آگے ڈھال بن جائے۔ میرے اور تمہارے نبی محترم ﷺ اپنے ہاتھوں سے جامِ کوثر پلائیں۔" بلال بھائی نم آنکھوں کے ساتھ کہتے جا رہے تھے۔

"اللہ اکبر' اللہ اکبر!" وقتِ مقررہ پر مؤذن نے جہاں والوں کے لیے اعلان کرنا شروع کر دیا تھا کہ رب کے بندو! تمہارا رب ہی سب سے بڑا ہے۔ محلے کی نکڑ پر مکان ہونے کے باعث آج دور سے آتی آواز بلال بھائی اور انعم کو ایسے لگی جیسے ان کے دل سے آواز آئی ہے اور اب دل تو محبت میں گرفتار تھا' اطاعت کے لیے اسے لمحہ بھر کے لیے روکنا بھی اس کی توہین تھی' شاید یہی وجہ تھی کہ بلال بھائی نے بات کو وہیں روکا اور اذان ختم ہوتے ہی گڑیا کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"چلو اطاعت کے لیے قدم بڑھائیں۔" اور پھر نم آنکھوں سے مسجد کی جانب چل دیے تھے' راستے بھر قدم بڑھاتے ہوئے مسلسل یہی سوچ رہے تھے کہ میرے نبی ﷺ نہ زیادہ چھوٹے اور نہ زیادہ بڑے قدم اٹھاتے تھے تو میں بھی ایسے۔۔۔ ادھر بلال بھائی کا یہ عالم تھا' ادھر انعم بھی وضو کے مکمل ہونے پر کلمہ شہادت اور دعا پڑھ رہی تھی' جو ہمیشہ اسے بھول جاتا تھا۔ برآمدے میں نماز کے لیے بچھے تخت پہ بیٹھی دادی جان اپنی پوتی کو دیکھ کر مسکرا دیں' کیوں کہ وہ روزانہ اسے تلقین کرتی تھیں۔

محبت میں اطاعت کی شروعات ہو چکی تھیں اور دونوں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت پر کامل یقین تھا کہ وہ انھیں مستقل مزاجی اور ارادے کی پختگی عطا فرمائے گا۔

Super Kote® PAINT

ROYALE GROUP

سندھ میں ٹوکن کے بغیر رنگ بنانے والی پہلی اور پاکستان کی دوسری کمپنی

رویال پینٹ (سپر کوٹ)

کراچی کے عوام کو مہنگائی سے نجات دو پینٹ کے تمام ڈبوں سے ٹوکن ختم کرو

"حضراتِ اکابرین سے دعاؤں کی درخواست"

کہ اللہ پاک ہمیں استقامت دے اور رنگ سازوں کے شر سے ہمیں
محفوظ رکھے اور ہم سب کو حلال رزق کمانے کی توفیق دے۔ آمین

مساجد اور مدارس کے لئے خصوصی رعایت۔

سپر کوٹ اب نئے اور کم دام میں طلب کریں۔

PLASTIC EMULSION		MATT FINISH		STAINLESS	
~~1400~~ Gallon	1100 Gallon	~~2650~~ Gallon	2350 Gallon	~~2600~~ Gallon	2300 Gallon
~~5400~~ Drum	4200 Drum	~~10,400~~ Drum	9200 Drum	~~10,200~~ Drum	9000 Drum
WEATHER SHELTER		**FILLING PUTTY**		**OIL PRIMER SEALER**	
~~2300~~ Gallon	2050 Gallon	~~950~~ Gallon	650 Gallon	~~1950~~ Gallon	1650 Gallon
~~9000~~ Drum	8000 Drum	~~3600~~ Drum	2400 Drum	~~7600~~ Drum	6400 Drum
ENAMEL		**W.BASE PRIMER**		**FOR FREE DELIVERY**	
~~2550~~ Gallon	2250 Gallon	~~1750~~ Gallon	1450 Gallon	0335-2967871	
~~10,000~~ Drum	8800 Drum	~~6800~~ Drum	5600 Drum	0313-2329526	

ٹوکن کی رقم گیلن پر 400 روپے اور ڈرم پر 1600 روپے خریدار کیوں دے؟

Royale Paint Industries (Pvt.) Ltd.

info@superkotepaint.com /superkotepaint www.superkotepaint.com

اغوا کا جال

قسط نمبر 2

شمائل کامران

"جج، جی ہاں! یہ میرے بیٹے فرید کا ہے' وہ عام طور پر اپنے ساتھ آئینہ رکھتا ہے۔" اس کے بعد انھوں نے آدھے گھنٹے تک خوب جدو جہد کی' مگر کوئی اور سراغ تلاش نہ کر سکے' پھر وہ تھکے ماندے واپس روانہ ہوئے' انھوں نے احمد شعیب کو یہ یقین بھی دلا دیا تھا کہ "ان کے بیٹے جلد ہی ان کے پاس پہنچ جائیں گے اور وہ اس کیس کو جلد حل کرنے کی بھرپور کوشش کریں گے۔" اب چیف طارق بھی اپنے گھر کی طرف روانہ ہوگئے کیوں کہ دفتر کا وقت ختم ہو چکا تھا۔ گھر پہنچ کر جیسے ہی انھوں نے اندر قدم رکھا تو ان کے منہ سے بے ساختہ نکل گیا: "اوہ۔۔۔! اوہ۔۔۔!"

"ہائیں ۔۔۔! ابا جان! آپ نے اندر داخل ہوتے ہی "اوہ" کس خوشی میں کہا؟" امجد نے حیرانی کا اظہار کیا۔

"توبہ ہے! کہیں اوہ بھی خوشی میں کہا جاتا ہے۔" علی نے منہ بنا کر کہا۔

"حد ہوتی ہے۔ نہ سلام نہ کلام۔ بس شروع ہوگئے!" بیگم طارق نے برا سا منہ بنایا اور پھر چیف طارق کی طرف منہ کر کے بولیں: "السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ!" بیگم طارق کے سلام ختم ہوتے ہی ایک بلند آواز گونجی: "السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔۔۔!" یہ آواز علی اور امجد کی تھی۔

"وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ! بھئی آرام سے بیٹھو! خورشیدہ کہاں ہے؟" چیف طارق نے پوچھا۔ "وہ اپنی سہیلی کے ہاں گئی ہوئی ہے۔" امجد نے منہ بنا کر کہا۔ "لیکن ابا جان! آج آپ کو اتنی دیر کیوں ہوگئی؟" علی نے پوچھا۔ "بھئی! ایک کیس پلّے پڑ گیا ہے۔" چیف طارق نے مسکرا کر کہا۔

"تو ذرا اس کی تفصیل ہو جائے۔" علی نے خوش ہو کر کہا۔

"لیکن اتنی دیر میں چائے بھی پی لیں' ورنہ دوبارہ گرم کرنی پڑے گی۔" بیگم طارق نے گھبرا کر کہا اور وہ مسکرا دیے' پھر انھوں نے ان دونوں کو پوری تفصیل سے آگاہ کیا۔

"لیکن آپ نے وہ "اوہ! اوہ!" کیوں کہا تھا؟" امجد نے پوچھا۔

"اس لیے کہ مجھ سے ایک بھول ہوگئی تھی۔" چیف طارق نے کہا۔

"جی' کیا مطلب؟" امجد نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

"مطلب میں تب بتاؤں گا' جب ہم دوبارہ وہاں چلیں گے۔"

"اور ہم وہاں کب جائیں گے؟" علی نے چہکتے ہوئے پوچھا۔

"ہم عشاء کی نماز کے بعد چلیں گے' جب اچھی طرح اندھیرا پھیل جائے گا۔ چیف طارق بولے اور کسی کو فون کرنے لگے اور وہ دونوں بھی تیاریوں میں مصروف ہوگئے۔

10 بجے کے قریب ایک کار شمالی سڑک پر اپنی منزل کی جانب رواں دواں تھی۔ دور سے اس کار میں صرف تین سائے نظر آرہے تھے' اسی وقت کار میں ایک آواز ابھری: "ابا جان! ہم بہت بے چینی محسوس کر رہے ہیں۔" یہ علی کی آواز تھی۔ "تو شوق سے کرتے رہو۔۔۔ منع کس نے کیا ہے!" چیف طارق نے شوخ لہجے میں کہا۔ "لیکن آپ بتا کیوں نہیں دیتے کہ آپ کس خیال کے تحت وہاں دوبارہ جا رہے ہیں؟" امجد نے بے چینی سے پہلو بدلا۔ "تم اپنے دماغ کے گھوڑے دوڑا کر کیوں نہیں معلوم کر لیتے؟" انھوں نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ "ابا جان! اس کے دماغ کے گھوڑے تو گھاس چر رہے ہیں؟" علی چہکا۔ "اور تمہاری تو پوری عقل ہی گھاس چرنے گئی ہوئی ہے۔" جواب میں امجد نے اسے گھورا۔

"بھئی' بس!" انھوں نے ہاتھ کے اشارے سے ہمیں خاموش رہنے کو کہا۔ "اب ہم جنگل سے بہت قریب ہیں اور خاموشی اختیار کرنا ہمارے لیے بہت مفید ثابت ہو سکتا ہے۔" چیف طارق نے کہا۔

"اگر آپ خاموش ہونے کا کہتے ہیں تو ہم ایسے خاموش ہوں گے کہ کیا ہی کبھی ہوئے ہوں گے۔" امجد خوش ہو کر بولا۔

"توبہ ہے! یہ تم خاموش ہوئے ہو؟" علی نے بھن کر کہا۔

"اور تم نے تو گویا اپنے ہونٹ سی لیے ہیں۔" امجد نے بھی اسے گھورا۔

"خاموش۔۔۔! اب کوئی نہیں بولے گا۔ آگے خطرہ ہے۔ (جاری ہے)

موہنی جیت گئی

سمیرا انور

"امی جان ! میں کافی دیر سے سونی کو آوازیں دے رہی ہوں' لیکن یہ اٹھنے کا نام ہی نہیں لے رہی۔" موہنی چڑیا نے تنگ آکر امی جان سے شکایت لگائی۔

"اف سونے دیں آپی' ایسے ہی میری نیند خراب کر رہی ہیں۔" سونی نے غصے سے کہا اور دوبارہ سے آنکھیں بند کر لیں۔

"سونی بیٹا ! اٹھو شاباش اسکول سے دیر ہو رہی ہے' موہنی ناشتے کی میز پر بیٹھی ہے۔" انھوں نے باورچی خانے سے باہر آتے ہوئے کہا۔

سونی اور موہنی دو پیاری چڑیاں تھیں' وہ اپنی امی جان کے ساتھ پیپل کے درخت پر رہتی تھیں۔ سونی چھوٹی اور موہنی بڑی تھی۔ سونی ہر وقت موہنی سے جھگڑا کرتی جب کہ موہنی بہت اچھے اخلاق کی مالک تھی' وہ اس سے بہت پیار کرتی تھی اور اپنی ہر چیز سونی سے بانٹ کر کھاتی تھی۔ آج بھی ناشتے کی میز پر سونی نے موہنی سے خوب لڑائی کی' لیکن وہ بے چاری خاموش بیٹھی آنسو بہاتی رہی۔ امی جان نے سونی کو ڈانٹا مگر اس پر کسی بات کا اثر نہ ہوا۔ بے جا لاڈ پیار نے اسے بگاڑ دیا تھا' وہ بڑوں کی عزت کرنا بھول گئی تھی۔

"سونی آؤ مل کر کھانا کھائیں۔" موہنی اپنا لنچ باکس لے کر اس کے پاس چلی آئی حالاں کہ صبح ہی سونی نے اس سے بدتمیزی کی تھی۔

"نہیں میں اپنی سہیلی کے ساتھ کھاؤں گی۔" سونی نے منہ بناتے ہوئے کہا اور وہاں سے چلی گئی۔ موہنی اداسی سے ایک طرف بیٹھ گئی' وہ کتنی چاہت سے اپنی بہن کے پاس آئی تھی کہ دونوں مل کر کھانا کھائیں گی مگر سونی اس سے کچھ فاصلے پر بیٹھ کر اپنی سہیلی گولی چڑیا کے ساتھ کھانا کھانے میں مصروف ہو گئی۔ سونی جب شام کو کھیلتی تو موہنی کو اپنے کھیل میں شامل نہ کرتی بل کہ اکیلے ہی کھیلنے میں مگن رہتی۔ سونی کو جب کسی کام میں مشکل ہوتی تو وہ موہنی کے پاس آجاتی اور اس سے اپنا کام نکلوا لیتی۔ موہنی اسے کبھی کسی کام کے لیے انکار نہ کرتی بل کہ بہت خوشی سے اپنا کام چھوڑ کر اسے مکمل کر کے دے دیتی۔

ایک شام بہت بادل آئے۔ سونی اپنی سہیلیوں کے ساتھ کھیلنے باغ میں گئی ہوئی تھی۔ امی جان نے اسے بہت روکا تھا کہ موسم ٹھیک نہیں ہے' آج مت جاؤ مگر وہ نہیں مانی۔ طوفانی بارش شروع ہو گئی تھی' ہر طرف تیز ہوا نے شور مچا رکھا تھا۔ امی جان اور موہنی پریشانی سے سونی کا انتظار کر رہی تھیں۔

"گولی ! تم باغ سے کب آئی ہو؟ سونی تو ابھی تک نہیں لوٹی' کیا وہ تمہارے ساتھ نہیں تھی؟" موہنی اور اس کی امی بارش تھمنے کے بعد سونی کی سہیلی گولی کے گھر چلی آئیں جو کچھ فاصلے پر کیکر کے درخت پر رہتی تھی۔

"خالہ ! جب بارش شروع ہوئی تو میں نے سونی سے کہا تھا کہ گھر چلتے ہیں' لیکن وہ نہیں مانی اور کہنے لگی یہاں بارش دیکھنے کا زیادہ مزا آرہا ہے' اس لیے وہ میرے ساتھ نہیں آئی۔" گولی نے انھیں ساری بات بتائی۔ اس کی بات سن کر دونوں پریشان ہو گئیں' کیوں کہ بارش بہت زیادہ برسی تھی اور بادل بھی بہت گرجے تھے۔ سونی نہ جانے کہاں ہو گی؟ کچھ دیر میں وہ باغ پہنچ گئیں۔ انھوں نے باغ میں ہر جگہ تلاش کیا لیکن سونی نہ ملی۔ موہنی زار و قطار رونے لگی۔ امی جان اسے تسلی دینے لگیں۔ وہ اب سونی کو کہاں تلاش کریں؟ دونوں چیخ چیخ کر اسے آوازیں دینے لگیں۔

اچانک موہنی کی نظر امرود کے درخت کے تنے پر پڑی۔ وہ تیزی سے وہاں پہنچی تو سونی کو بے سُدھ پڑے دیکھ کر چلّانے لگی۔ اس کی امی بھی وہاں پہنچیں' انھوں نے سونی کو ہلایا تو اس نے تھوڑی سی حرکت کی۔ موہنی نے امی جان کی مدد سے اسے سیدھا کیا اور جلدی سے پانی لے آئی۔ تھوڑی دیر بعد سونی کو ہوش آگیا۔ اتنی دیر بارش میں بھیگنے کی وجہ سے وہ بخار میں تپ رہی تھی۔ بمشکل امی جان اور موہنی کے سہارے وہ گھر پہنچی۔ سونی دو دن بخار میں مبتلا رہی۔ موہنی نے اس کی دن رات خدمت کی' اس کے کھانے پینے کا خیال رکھا اور رات کو جب بھی اسے پیاس محسوس ہوتی تو موہنی اسے پانی پلاتی۔ سونی شرمندہ ہو کر سوچتی کہ یہ بہنیں کتنی اچھی ہوتی ہیں اور میں نے کبھی اپنی بہن کی قدر ہی نہیں کی۔ سونی کا بخار ٹھیک ہو گیا تھا۔ وہ بہت بدل گئی تھی۔ اس کا رویّہ امی جان اور موہنی کے ساتھ بہت اچھا ہو گیا تھا' وہ ان کی ہر بات ماننے لگی تھی۔ وہ موہنی کے ساتھ بہت خوش ہو کر کھیلتی اور اس کے ساتھ ساتھ رہتی۔ موہنی نے بھی اپنے اچھے رویّے سے بہن کا دل جیت لیا تھا۔ وہ اللہ کا شکر ادا کرنے لگی کیوں کہ وہ جان گئی تھی کہ خوش اخلاقی اللہ کی طرف سے ایک خوب صورت انعام ہے۔

چچا کا نورِ نظر

ڈاکٹر الماس روحی

یہ ان دنوں کی بات ہے، جب مکہ کی وادی پہاڑوں سے گھری تھی۔ اسی روئے زمین پر پہلی بار اللہ کا گھر تعمیر ہوا۔ کچھ عرب قبائل پھر یہیں بس گئے۔ یوں آہستہ آہستہ مکہ ایک بڑا تجارتی شہر بن گیا۔ یہاں قبائل میں قریش کو بڑا مقام حاصل تھا۔ عربی میں قریش کے معنی تاجر کے ہیں۔ قریش کے بڑے بڑے تجارتی قافلے ہزاروں اونٹوں پر مشتمل ہوتے تھے، وہ بصرہ اور دمشق کے تجارتی میلوں سے اناج، ہتھیار، عطر، زیور، تیل، کپڑے، برتن، اسلحہ، خشک و تر میوے اور دیگر ضروریات کا سامان خرید کر لاتے، اس کے بدلے اون، روغن، لوبان، گوند، قیمتی پتھر اور گھوڑے فروخت کرتے اور بے حد منافع کماتے تھے۔ مکہ میں پارچہ فروش، غلّہ، عطر، تیل اور مویشی فروشوں کے ساتھ ساتھ قصاب، درزی، بڑھئی، لوہار، تیر ساز وغیرہ سب ہی رہتے تھے اور بنو قریش کی بہت عزت کرتے تھے۔ یہ لوگ دلیر اور طاقتور تھے۔ ان کے سردار ابو طالب بڑے سمجھ دار، رحم دل انسان تھے۔ ان کے دس بھائی تھے۔ ایک بھائی عبداللہ، ان کے والد عبدالمطلب کو بہت پیارے تھے، ان کے انتقال کے بعد ان کے بیٹے احمد کو ابو طالب کے والد عبدالمطلب بہت عزیز رکھتے تھے۔ آخری وقت انھوں نے اپنے سرہانے کھڑے، روتے ہوئے پوتے احمد کی ذمہ داری ابو طالب کے سپرد کی۔

احمد کے چچا بڑے نفیس اور اصول پرست تھے۔ گھر میں تنگ دستی کے باوجود ان کا دل بڑا تھا، وہ اپنی اولاد سے زیادہ اپنے مرحوم بھائی کے بیٹے احمد کو چاہتے تھے۔ احمد پر سب کو پیار آتا تھا۔ وہ صاف ستھرا اور اچھی فطرت کا لڑکا تھا۔ چچا اپنے اس پیارے سے بھتیجے کو اپنے ساتھ سُلاتے تھے۔ جب گھر سے باہر نکلتے تو ساتھ لے جاتے، اپنے نورِ نظر کے بغیر کھانا نہ کھاتے، ان کے اپنے بچے ناشتے اور کھانے پینے کی چیزوں میں چھینا جھپٹی کرتے تھے۔ وہ دیکھتے کہ احمد ایسا کرنے میں شریک نہیں ہوتا، اس لیے وہ اسے اپنے ساتھ ہی کھلاتے۔ احمد، کھانے سے پہلے ہاتھ دھوتا، بسم اللہ پڑھتا، پھر کھانا شروع کرتا اور کھانے کے بعد الحمدللہ کہتا۔ چچا کو احمد کی ان باتوں پر بہت پیار آتا۔ گھر اور گھر کے باہر احمد کو کبھی کسی نے لڑتے جھگڑتے یا جھوٹ بولتے اور نہ کبھی جاہلانہ بات کرتے دیکھا تھا اور نہ ہی کبھی کسی پر بے جا ہنستے دیکھا تھا۔ یہ بچہ ایسے کھیل کود میں دلچسپی نہیں لیتا تھا، جس میں دوسرے بچے کی تضحیک ہو۔ صبح سویرے جب بچے سو کر جاگتے تو ان کی آنکھوں میں میل ہوا کرتا، بال کھڑے ہوتے، لیکن احمد کی آنکھیں صاف ہوتیں، بال ترتیب سے ہوتے۔ چچا اب ہر بات میں اپنے بچوں کو احمد کی مثال دیتے اور انھیں احمد کی طرح صاف ستھرا رہنے کی تلقین کرتے تھے۔

احمد ایک حساس لڑکا تھا، اس نے جب چچا کے گھر کے حالات دیکھے تو کوئی کام کرنا چاہا۔ وہ اپنے چچا جان کا ہاتھ بٹانا چاہتا تھا۔ چچا کے پڑوس میں ایک بیمار اور عمر رسیدہ

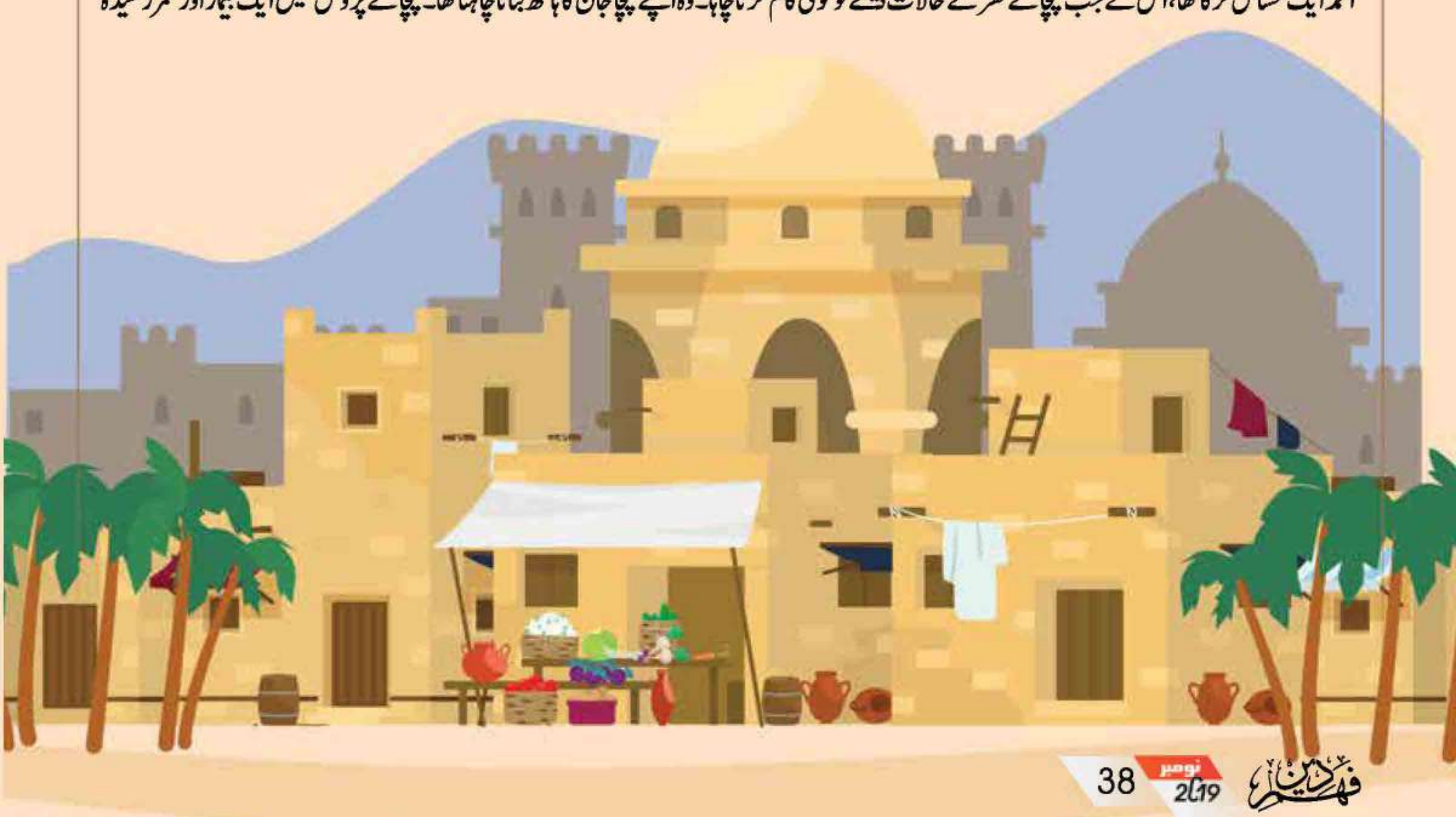

شخص رہتا تھا، جس کی بکریاں چراگاہ تک لے جانے والا کوئی نہیں تھا۔ احمد ان کی بکریاں مکے کی پہاڑی کی چراگاہ میں اجرت پر چرانے جانے لگا۔ چچا جان کو جب اس بات کا علم ہوا تو وہ اداس ہو کر سوچنے لگے کہ ان کا پیارا اور خوب صورت بھتیجا، بھلا کیسے تیز دھوپ میں پہاڑوں کے پتھروں کی سختی برداشت کرلے گا، نوکیلے پتھروں پر چل کر تو اس کے پاؤں زخمی ہو جائیں گے، مگر احمد کے اصرار اور چچا کے اپنے اس خیال کے تحت اجازت دے دی کہ اچھا ہے، کمزور جانور چرانے سے دل میں رحم ہوتا ہے اور درندوں سے حفاظت کے لیے ہر وقت اپنی جان پر کھیل جانے کے لیے تیار رہنے سے دلیری آتی ہے۔ کام یاب زندگی گزارنے کے لیے انسان میں رحم دلی اور دلیری کا ہونا ضروری ہے۔

احمد روز، اب سورج کو ابھرتے، چڑھتے اور ڈوبتے ہوئے دیکھتا، کبھی ٹھنڈا، دہکتا تو کبھی جھلستا صحرا، نرم گرم اور غضب ناک صحرا کی رخ بدلتی ہوا، تو کبھی رنگ بدلتے چھوٹے بڑے پہاڑ تو کبھی سرسبز نخلستان، ان میں ہرے بھرے درخت، احمد کو غور و فکر کی دعوت دیتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ کائنات کا سارا نظام الگ الگ بتوں کے سپرد کیسے ہو سکتا ہے؟ احمد کی اسی سوچ نے، بتوں کی پوجا سے دور رکھا۔ اس کی اُجلی اور نکھری سوچ اس کے چہرے کو روشن رکھتی تھی، وہ سب سے الگ تھا۔ جھوٹ اور دھوکے سے اسے سخت نفرت تھی۔ بڑوں کا احترام اور چھوٹوں سے محبت کرتا، وہ سب ہی سے محبت کرتا اور سب کا خیال رکھتا تھا۔ احمد کے سنگ مویشی بھی چلتے ہوئے خوشی محسوس کرتے تھے۔ بکریاں احمد کی محبت میں مست ہو کر صبح سویرے اس کے ساتھ ساتھ چلتی تھیں، وہ اپنی معصوم بکریوں کا بہت خیال رکھتا تھا۔ پڑوسی احمد سے بہت خوش تھے، کیوں کہ بکریاں نہ صرف صحت مند ہو رہی تھیں، بلکہ دودھ بھی خوب دیتی تھیں۔ پہاڑوں سے گزر کر چراگاہوں کے آس پاس پیلو کے درخت کا پھل (جھڑبیریاں) احمد کو بہت پسند تھیں، وہ سیاہ جھڑبیریاں چُن کر کھاتا تھا۔ درخت بھی اس کی موجودگی میں خوشی سے جھومتے تھے۔ شام کو جب احمد کو اجرت حاصل ہوتی تو وہ اپنے چچا کی نذر کر دیتا، لیکن تربیت کی غرض سے دینے والی اجازت میں چچا کا یہ مقصد ہر گز نہیں تھا۔ بھتیجے نے اپنی ذمّے داریاں محسوس کرنی شروع کر دی تھیں، وہ اپنے پیارے چچا کی مدد کرنا چاہتا تھا، اس لیے بہت مان سے اجرت دیتا اور چچا کو مجبوراً لینا پڑتی اور انھیں احمد پر پیار آجاتا تھا۔

یہ گرمی کے دن تھے، مکے کے ایک سرسبز مقام پر کھجور کے دو درخت لگے ہوئے تھے، جس میں پھل کی بہتات تھی۔ دونوں کے درمیان ایک بڑا سابُت نصب تھا، جسے لوگ مقدس سمجھتے تھے اور لوگ جانوروں کو بھینٹ چڑھاتے تھے۔ کبھی کوئی اونٹ، کبھی بھیڑ یا بکری اس بُت پر قربان کرتا، سر منڈواتا اور اس کے آس پاس کھڑا ہو کر مشرکانہ رسوم ادا کرتا۔ احمد اس تقریب میں شریک ہونے سے ہر سال انکار کر دیتا تھا۔ ایک روز پھوپھی نے چلنے پر بہت زور دیا۔ گھر کے سب ہی افراد جا رہے تھے۔ احمد چلا تو گیا، لیکن اس کے آس پاس جانے سے نہ صرف گریز کیا، بلکہ خوف اور گھبراہٹ اس کے چہرے سے عیاں تھی۔ چچا نے اپنے عزیز بھتیجے کی جو حالت دیکھی تو اسے گھر لے آئے اور طے کیا کہ اب آئندہ کبھی احمد کو ایسی جگہ نہیں لے کر جائیں گے اور نہ جانے دیں گے، جہاں وہ جانے کے لیے تیار نہ ہو۔ وہ اپنے بھائی کی نشانی کو جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے اور اسے خوش دیکھنا چاہتے تھے۔

کچھ عرصے بعد مکہ میں ایک بار پھر خشک سالی نے قدم جمائے۔ ہر طرف بھوک پیاس کا عالم تھا۔ کھیتیاں سوکھ چکی تھیں۔ چرند، پرند اور جانور بھوک پیاس سے مر رہے تھے۔ لوگ پریشان تھے۔ وہ اپنے سردار ابو طالب کے پاس آئے۔ ابو طالب کے حکم پر سب بچوں کو بیت اللہ بلایا گیا، انھوں نے اپنے پیارے بھتیجے احمد کا ہاتھ پکڑا اور بیت اللہ سے اس کی پُشت ملادی۔ معصوم لڑکے نے دعائیہ انداز میں ابھی اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیے ہی تھے کہ مکے میں ہر طرف جل تھل ہو گیا۔ بادل گھر کر آئے اور خوب برسے۔ اب چچا کو یقین ہو چلا تھا کہ ان کا بھتیجا کوئی عام انسان نہیں، وہ کوئی خاص ہے اور سب کے لیے رحمت اور سلامتی کا پیام ہے۔ اسی لیے انھوں نے اپنے نورِ نظر بھتیجے کا اور بھی خیال رکھنا شروع کر دیا۔ ٹھیک 32 برس بعد ابو طالب کے عزیز بھتیجے کو خدا نے نبوت عطا کی اور وہ رحمتِ دو جہاں حضرت محمد ﷺ ہیں، جن پر لاکھوں درود اور لاکھوں سلام۔ (حوالہ: سیرۃ النبی ﷺ، شکیل شاہ مصباح الدین)

◆◆◆

قبائل: گروپ۔ گروہوں۔	مقام: مرتبہ	پارچہ فروش: کپڑا بیچنے والا	غلہ: اناج
مویشی: جانور	عطر: خوش بو	قصاب: گوشت فروخت کرنے والا	درزی: کپڑے سینے والا
برھئی: لکڑی کا کام کرنے والا	لوہار: لوہے کا کام کرنے والا	تیر ساز: تیر بنانے والا	دلیر: بہادر
نفیس: صفائی پسند	تنگ دستی: غربت، غریبی	نورِ نظر: آنکھوں کی روشنی	تضحیک: ذلت
سنگ: ساتھ	گریز: کترانہ	عیاں: ظاہر	عزیز: پیارے

ایک تھا جگنو جو اپنے ماں باپ کے ساتھ شہر کے بیچوں بیچ بنے ایک بڑے سے پارک میں رہتا تھا۔ ان کا گھر ایک آم کے درخت پر تھا۔
ننّھا جگنو بہت ہی ضدی اور شرارتی تھا۔ وہ اپنے امی ابو کا کہا بالکل نہیں مانتا تھا، جس کام سے اسے منع کیا جاتا وہ جان بوجھ کر وہی کام کرتا۔
وہ ہر روز رات کو اپنے گھر سے نکل کر پورے پارک کی سیر کرتے تھے۔ ننّھے جگنو کو سیر کے دوران بہت مزہ آتا تھا۔ وہ پودوں کے گرد گھومتا اور کبھی گھاس پر اڑتا۔
ایک رات وہ حسبِ معمول پارک میں اِدھر اُدھر گھوم رہے تھے، اچانک ننّھا جگنو ہوا میں بلند ہوا اور شمال کی جانب اشارہ کرتے ہوئے اپنے والدین سے بولا: "مجھے وہاں جانا ہے۔" شمالی طرف انسانوں کی ایک نئی کالونی بنی تھی۔ ننّھے جگنو نے اسی کالونی میں جانے کی ضد کی تھی۔
"وہاں مت جانا میرے بچے۔ وہاں خطرہ ہے۔" جگنو کی ماں اس کی بات سن کر خوف زدہ ہو گئی تھی۔
"مگر مجھے اس کالونی میں ضرور جانا ہے۔ میں انسانوں کے بچوں کے پاس جانا چاہتا ہوں۔ رات کو مجھے دیکھ کر وہ بہت خوش ہوں گے۔" ننّھا جگنو بولا۔
"بیٹا! ایسے فضول ضد نہیں کرتے۔ تمہاری امی ٹھیک کہتی ہے۔ وہاں خطرہ ہے۔ انسانوں کے بچے تمہیں پکڑ لیں گے۔ تم پھر واپس نہیں آسکو گے۔ میرے بچے تم صرف رات کو چمکتے ہوئے ہی اچھے لگتے ہو۔ دن کی روشنی میں انھوں نے تمہارا اصل روپ دیکھا تو وہ فوراً تمہیں مار دیں گے۔" ابو نے سمجھایا۔
ننّھا جگنو خاموش ہو گیا اور مزید ایک لفظ نہ بولا۔ کچھ دیر بعد وہ اپنے گھر لوٹ آئے۔ گھر آکر امی ابو تو سو گئے، مگر جگنو آنکھیں بند کیے جاگتا رہا۔
جیسے ہی اسے اپنے والدین کے گہری نیند سونے کا پتا چلا وہ چپکے سے اپنے بستر سے نکلا اور گھر سے باہر آکر کالونی کی طرف تیز تیز اڑنے لگا۔ وہ بہت خوش تھا۔ جلد ہی وہ کالونی کے پہلے گھر تک پہنچ گیا۔ اس گھر سے بچوں کے زور زور سے بولنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ ننّھا جگنو تھوڑا سا اونچا ہوا اور ٹیرس سے گزر کر ایک کمرے میں پہنچ گیا۔ کمرہ تاریک تھا۔ جگنو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ اسے کچھ نظر نہیں آرہا تھا۔ وہ واپس جانے کے لیے پلٹا اور تبھی اس پر ایک خوف ناک انکشاف ہوا کہ وہ کسی چھوٹے سے ڈبّے میں قید ہو چکا تھا۔ اچانک چٹ کی آواز آئی اور کمرہ روشن ہو گیا۔
یہ دیکھ کر ننّھے جگنو کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے کہ وہ واقعی ایک شیشے کے جار میں قید ہو چکا تھا۔ وہاں ایک چھوٹا سا بچہ موجود تھا جس نے اسے پکڑ لیا تھا۔ جار ہاتھ میں لے کر بچہ خوشی سے پورے کمرے میں گول گول گھومنے لگا تھا۔ ننّھے جگنو نے باہر نکلنے کی کوشش کی، لیکن جار کا منہ سختی سے بند تھا۔
اب تو جگنو بہت افسردہ ہوا اور اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اپنے والدین کا کہنا مانتا تو کبھی اس مصیبت میں گرفتار نہ ہوتا، مگر اب پچھتانے کا کوئی فائدہ نہ تھا۔
اسے اسی پل اپنی امی کی بات یاد آئی کہ "مصیبت میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہیے۔ وہ مصیبت زدہ لوگوں کی ضرور مدد کرتا ہے۔"
جگنو فوراً خشوع و خضوع سے دعا مانگنے لگا: "میرے پیارے اللہ جی! میری مدد کریں! مجھے قید سے رہائی دلائیں! مجھے واپس اپنے ماں باپ کے پاس جانا ہے! میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ اپنے والدین کا کہنا مانوں گا! بے جا ضد نہیں کروں گا۔"
چوں کہ ننّھے جگنو نے سچے دل سے دعا مانگی تھی، اس لیے اللہ پاک نے اس کی دعا سن لی اور اسے جار سے آزادی مل گئی، لیکن کیسے؟؟؟
ہوا یوں کہ تیزی سے گول گول گھومتے ہوئے بچے کے ہاتھ سے شیشے کا جار گر پڑا اور ٹوٹ گیا اور ننّھا جگنو آزاد ہو گیا۔
اس نے فوراً اللہ پاک کا شکریہ ادا کیا اور پھر وہاں سے روانہ ہو گیا، کبھی واپس نہ آنے کے لیے۔
اسے اب پتا چل گیا تھا کہ امی ابو کیوں اسے کالونی میں جانے سے منع کر رہے تھے۔ وہ تیزی سے اپنے گھر کی طرف اڑا چلا جا رہا تھا!!!

ایک تھا جگنو

احمد رضا انصاری

PERVAIZ UMAR
ENTERPRISE

Highly Experienced Clearing & Forwarding Agents Advisors and Attorneys in Customs Cases

We are a leading CLEARING, FORWARDING concern operating in Pakistan. We excel to the entire satisfaction of our long list of clientele who have always reposted their complete confidence on us. Imbued with this sense of achievement, we are proud of our countrywide clientele of repute. We are approved and enlisted Clearing and Forwarding Agents of all Commercial and National Banks in Pakistan.

We have vast experience of handling more than 65% imports of Heavy Plants, Machinery and Turn-Key Projects of "Textile, Sugar, Cement and Power Sectors" besides other industrial raw material and commercial consignments, which have enabled us to adopt and handle all sorts of imports and have become our permanent business associates.

Head Office, Karachi

1st Floor, Commerce Centre, Hasrat Mohani Road
TEL: 021-32630724 - 32633641 FAX: 021-32633646
EMAIL: pervaizumar@hotmail.com
headoffice@pervaizumarenterprise.com

Branch Office, Lahore

19-G, Gulberg II, Lahore.
Tel: 042-35764929 - 35764933
Fax: 042-35764934

بچوں کے فن پارے

عبدالرحمان، حفظ، دس سال، کراچی

ابوبکر، 7 سال، کراچی

ضیاء الرحمان، حفظ، 11 سال، کراچی

عائشہ نور، روضت السلام، کراچی

فاطمہ صداقت، ہشتم، 12 سال، کراچی

دعا فاطمہ، چہارم، کراچی

ماہنامہ فہمِ دین اکتوبر کے نئے سوالات

سوال نمبر 1: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جس منافق نے خنجر مارا' اُس کا نام کیا تھا؟

سوال نمبر 2: التمش نے آخری بات خط میں کیا لکھی تھی؟

سوال نمبر 3: ایاز کیوں پریشان تھا؟

سوال نمبر 4: ماہم نے ماموں سے کیا فرمائش کی؟

سوال نمبر 5: معاویہ کیوں پریشان تھا؟

پیارے بچو!

آپ کو معلوم ہے نا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے کتنی محبت کرتے ہیں؟
انسان سے اگر کوئی گناہ ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی معافی اور توبہ کا انتظار کرتے ہیں
اور شیطان انسان کو توبہ کرنے سے روکتا ہے۔
حضرت ابوقلابہؒ فرماتے ہیں کہ جب ابلیس پر لعنت ہوئی اور اس نے اللہ سے ڈھیل طلب کی
تو اس نے یہ بھی کہا: تیری عزت اور تیرے جلال کی قسم!
ابنِ آدم (انسان) کے جسم میں جب تک روح رہے گی' میں اس کے دِل سے نہ نکلوں گا۔
تو اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا: مجھے اپنی عزت اور اپنے جلال کی قسم!
جب تک ابنِ آدم (انسان) میں روح رہے گی' میں بھی اس کی توبہ قبول کرتا رہوں گا۔
تو پیارے بچو! اگر ہم سے کوئی گناہ ہو جائے تو فوراً اللہ تعالیٰ سے سچے دِل سے معافی مانگ لیں
اور یوں کہہ دیں: اے اللہ! مجھ سے غلطی ہو گئی' اب کی بار معاف فرما دیں'
آئندہ کے لیے میں اس گناہ سے توبہ کرتا ہوں تو اللہ تعالیٰ ضرور معاف فرما دیں گے۔

کرتے ہیں نا پیارے بچے وعدہ!!!

اگست کے سوالات کے جوابات

سوال نمبر 1: منافقین زمزم کے پانی کو سیر ہو کر نہیں پی سکتے' جبکہ مومنین سیر ہو کر پیتے ہیں۔

سوال نمبر 2: کئی نسلوں کے

سوال نمبر 3: جو ایمان کے بعد تقویٰ اختیار کرے۔

سوال نمبر 4: حمزہ کرکٹر کو رہ نما سمجھ رہا تھا' جبکہ ان کی والدہ نے بتایا کہ اصل رہ نُما تو نبی کریم ﷺ ہیں۔

سوال نمبر 5: پریا کی ماما کا اسلامی نام عائشہ رکھا گیا۔

نوٹ: آپ کا بنایا ہوا پیارا سا فن پارہ ہو یا سوالات کے جوابات ہوں اس کے ساتھ اپنا نام' عمر' کلاس' ایڈریس اور فون نمبر ضرور لکھیے گا' ورنہ وہ قابلِ اشاعت نہیں ہو گا۔ اور پھر اسے ماہنامہ فہمِ دین کے ایڈریس پر پوسٹ کر دیں' یا پھر وٹس اپ کے ذریعے 0304-0125750 پر ہمیں سینڈ کر دیں۔

اگست کے سوالات کا درست جواب دے کر انعام جیتنے والے تین خوش نصیبوں کے نام

1... فضیلہ سلیم' پنجم' گیارہ سال' کراچی
2... حافظ مصطفیٰ عرفان' ہشتم' کراچی
3... لائبہ یونس' حفظ' کراچی

ان میں سے ہر ایک کو 300 روپے نقد اور ماہنامہ فہمِ دین مبارک ہو۔

نوٹ: پیارے بچو! اس صفحے پر جو سوالات آپ سے پوچھے جاتے ہیں' ان کے جوابات ایک شمارہ چھوڑ کر اگلے شمارے میں ذکر کیے جائیں گے' تاکہ زیادہ سے زیادہ بچوں کے جوابات وصول ہو سکیں' پھر درست جواب دینے والوں کے نام بھی بتائیں گے اور اوّل' دوم' سوم کے لیے انعامات کا بھی۔

قرآن کی شان

جوہر عباد

اللہ کی ہے کتاب یہ قرآن کی ہے شان
آقا ﷺ کا انتخاب یہ قرآن کی ہے شان

پڑھتے ہیں اس کو پاک صاف و با وضو ہو کر
ملحوظ ہیں آداب یہ قرآن کی ہے شان

ملتی ہیں عشرہ نیکیاں ہر ایک لفظ پر
گنجینۂ ثواب یہ قرآن کی ہے شان

مشکل گھڑی میں اس کو پڑھ کے مانگ لو دعا
پیدا کرے اسباب یہ قرآن کی ہے شان

اس کی تمام سورتیں رکھتی ہیں بے نظیر
تاثیر و آب و تاب یہ قرآن کی ہے شان

پڑھنا تو ہر لحاظ سے ہے باعثِ برکت
سننا بھی ہے ثواب یہ قرآن کی ہے شان

رنج و الم میں اس کی آیتوں کے ورد سے
ہو دور اضطراب یہ قرآن کی ہے شان

بن کے قبر میں آئے گا یہ ضامنِ قاری
ٹالے گا ہر عذاب یہ قرآن کی ہے شان

روزِ حشر بھی میرا رب قرآن کے صدقے
بخشے گا بے حساب یہ قرآن کی ہے شان

اللہ کی حفاظت میں رہے گا سدا جوہرؔ
سرسبز اور شاداب یہ قرآن کی ہے شان

سالارِ کارواں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نقشِ قدم

خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ

آثار سے ہے ماضی ہر سو عیاں ہمارا
ہر خطۂ زمیں ہے افسانہ خواں ہمارا

گزرا ہے ایسا زرّیں عہدِ گزشتہ کس کا
ثانی کوئی بتائے تاریخ داں ہمارا

پرواز کی حدیں تھیں گھیرے ہوئے جہاں کو
چھوٹا سا تھا عرب میں گو آشیاں ہمارا

کس ملک و مملکت کے اِس صفحۂ زمیں پر
گونجا نہ زیرِ گردوں شورِ اذاں ہمارا

ایمان کی تھی قوّت، اخلاص کی تھی برکت
اِک اِک ہزار کا تھا، اِک اِک جواں ہمارا

آتے تھے آسماں سے بہرِ مدد فرشتے
اللہ میاں کے ہم تھے، اللہ میاں ہمارا

سالارِ کارواں کے نقشِ قدم کو چھوڑا
گُم ہے جو وادیوں میں اَب کارواں ہمارا

قائم رہے ہیں حق پر، ہم سر کٹا کٹا کر
چپ ہے زبانِ خنجر، لُچ ہے بیاں ہمارا

مسلم ہیں ہم، غلامی کرتے نہیں کسی کی
بس اِک خدائے برتر ہے حکمراں ہمارا

کمزور ہم کو ہر گز نہ سمجھیں اہلِ باطل
اُٹھے نہیں، کہ پھر ہے سارا جہاں ہمارا

ہو پھر نصیب یاربّ ہم کو عروجِ سابق
چھا جائے کُل جہاں پر قومی نشاں ہمارا

گلدستہ

حمدِ باری تعالیٰ

کروں میں یاد تجھ کو ذہن و دل کو یک زباں کر کے
قیامت تک رہے جو یاد ، وہ حسنِ بیاں کر دے
ہماری دشمنی کی داستاں کو بے نِشاں کر دے
محبت کو ، اخوّت کو ہمارے درمیاں کر دے
تُو اعلیٰ ہے، تُو افضل ہے، تُو مالک ہے، تُو خالق ہے
تُو ہی تُو ہے، تو پھر دعویٔ باطل رائیگاں کر دے
تجھے ڈھونڈوں، تجھے پوجوں، تجھے دیکھوں، تجھے چاہوں
مری چشمِ تمنّا کو اِلٰہی ضوفشاں کر دے
ستاروں کی طرح چمکے ہمیشہ میری پیشانی
جبینِ شوق پہ ایسا عبادت کا نشاں کر دے
بسے تیری محبت روح میں، دل میں، نگاہوں میں
ہمارے شہرِ دل کو تُو محبت کا جہاں کر دے
یہ تیرا عبد ہے مالک، تُو ہی معبود ہے اس کا
پسِ آئینہ جو کچھ ہے وہ حیرتؔ پر عیاں کر دے

حیرتؔ الٰہ آبادی

نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ہے محمد جس کا نام
ان کی عظمت کو سلام
ان کا اونچا ہے مقام
ہیں وہ نبیوں کے امام
جو وہ کہیں ،وہ ہم کریں
وہ ہیں آقا، ہم ہیں غلام
وہ خوش ہیں تو اللہ ہے خوش
ہو چکا یہ اعلانِ عام
نعت حسّانؔ لکھ مگر
پیروی ان کی ہے اصل کام

محمد حسّان منیر، متعلم جامعہ بیت السلام تلہ گنگ

مجاہدہ کی حقیقت کی ایک مثال

عبداللہ بن وہب کی موت کا بھی عجیب واقعہ ہے۔ اصحاب حدیث نے ان سے کہا کہ ہمیں جنت اور جہنم کے احوال سنا دیجیے۔ فرمایا: میں اس کی تاب نہیں لا سکتا۔ وہ سمجھے کہ شاید تواضعاً کہہ رہے ہیں۔ اصرار ہوا تو بیٹھ گئے۔ جہنم کے احوال کے متعلق احادیث شروع فرمائیں تو بے ہوش ہو گئے۔ لوگوں نے چہرے پر پانی کی چھینٹیں ڈالیں لیکن فرق نہیں پڑا۔ کسی نے کہا: احوالِ جنت کی احادیث سنا دیجیے۔ وہ بھی پڑھ کر سنائی گئیں لیکن ہوش میں نہیں آئے اور بے ہوشی کے عالم میں بارہ دن گزر گئے۔ طبیب کو بلایا گیا تو اس نے معائنہ کر کے کہا کہ ان کا دل پھٹ گیا ہے۔ بے ہوشی کی حالت میں بارہ دن گزارنے کے بعد بالآخر دلِ بے قرار کو قرار آہی گیا اور راہی ملک بقا ہوئے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے بھی بہز بن حکیم کے حوالے سے اس طرح کا ایک واقعہ نقل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ زرارہؒ نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی۔ جب امام اس آیت پر پہنچا۔ {فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ فَذٰلِكَ یَوْمَئِذٍ یَّوْمٌ عَسِیْرٌ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ غَیْرُ یَسِیْرٍ} جس دن صور پھونکا جائے گا' پس وہ دن کافروں پر ایک سخت دن ہو گا' جس میں ذرا آسانی نہ ہو گی۔ وہ غش کھا کر گر پڑے۔ جب ہم نے اٹھایا تو ان کی روح پرواز کر چکی تھی۔

(کتابوں کی درس گاہ میں' ص: 46)

اسلام اور بے عمل مسلمانوں کا مستقبل

حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ نے 1956ء میں اپنے ایک خطبہ صدارت میں ارشاد فرمایا: ''اسلام کا مستقبل روشن ہے کیوں کہ اسلام کسی قوم کا کلچر نہیں ہے' وہ ہمہ گیر اصول کا نام ہے جسے دنیا غیر شعوری طور پر اختیار کرتی ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ اگر اسلام کا مستقبل روشن ہے تو اس کے ساتھ بے عمل مسلمانوں کا مستقبل بھی روشن ہو اگر ہم اپنا مستقبل بنانا چاہتے ہیں تو شرط یہ ہے کہ ہم اسلام کا دامن مضبوطی سے پکڑیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے پر چلیں۔ اگر آپ اللہ کے احکام پر عمل کرنے میں کوتاہی کرتے ہیں تو اللہ کو اپنے دینِ حق کے لیے آپ کی ضرورت نہیں''۔ (چراغِ محمد' ص: 318)

عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

زید بن دثنہ کو جب بر سر دار کھینچنے کے لیے میدان میں لایا گیا تو ابوسفیان نے (جو بعد میں رضی اللہ عنہ کا مصداق بنے) کہا: ''صرف اتنا لفظ زبان سے کہہ دو کہ کاش! میری جگہ ''محمد رسول اللہ'' ہوتے تو تمھیں چھوڑ دیا جائے گا۔'' لیکن تختہ دار جس کے لیے تیار کیا گیا تھا' جانتے ہو کسی کی محبت میں اس کی زبان سے کیا لفظ نکلا؟ ''واللہِ مَا اُحِبُّ اَنَّ مُحَمَّدًا اَلْآنَ فِیْ مَکَانِہِ الَّذِیْ ھُوَ فِیْہِ تُصِیْبُہُ شَوْکَۃٌ وَاَنَا جَالِسٌ فِیْ اَھْلِیْ'' کہ بخدا مجھے یہ بھی گوارا نہیں کہ آنحضرت ﷺ جس جگہ اب تشریف فرما ہیں' اس جگہ آپؐ کو کانٹا چبھے اور میں اپنے گھر بیٹھا رہوں۔ (الشفاء بتعریب حقوق المصطفیٰ' قاضی عیاضؒ)

اس جاں گداز فقرے کو سن کر پتھر دل مجمع تڑپ گیا۔ ابو سفیان کو اقرار کرنا پڑا اور اقرار صرف اس کے متعلق نہیں' جس سے یہ فقرہ سنا' بلکہ پوری ایمانی برادری کے متعلق ابو سفیان کا اقرار ہے۔ ''مَا رَاَیْتُ مِنَ النَّاسِ یُحِبُّ اَحَدًا کَحُبِّ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ مُحَمَّدًا ﷺ'' (محمدؐ کے صحابہ' محمد کے ساتھ جس قدر محبت کرتے ہیں۔ میں نے ایسی محبت کسی کو کسی کے ساتھ کرتے نہیں دیکھا۔'' کاش ہمیں بھی اللہ اپنے نبی سے ایسی والہانہ محبت نصیب فرمادے۔

(رسائلِ یوسفی، مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ، ص: 302)

نصیحت کیسے کی جائے؟

بعض اوقات ہمارے گھروں میں ایسا ہوتا ہے کہ اجتماعی غلطی کا شکار کوئی انفرادی طور پر ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر غلطی کرتے وقت تین بھائی اکٹھے تھے اور جب والد صاحب کو پتا چلا تو انھوں نے تینوں کو بٹھا کر کلاس بڑے کی لگادی۔ نصیحت کرتے وقت یاد رکھیں کہ اگر غلطی کرنے والے ایک سے زیادہ ہوں تو انھیں نصیحت کرنے کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ ان سب کو اکٹھا بٹھا کر نصیحت کی جائے نہ کہ کسی ایک کو نشانہ بنایا جائے' لیکن کبھی کبھار یہ طریقہ کار آمد ثابت نہیں ہوتا تو پھر جماعت کی بجائے انفرادیت پر اکتفا کرنا پڑتا ہے یعنی ہر ایک کو الگ الگ نصیحت کرنی پڑتی ہے اور یہ طریقہ مناسب بھی ہے' مثلاً آپ کو آپ کے صاحبزادوں کی شکایت موصول ہوئی کہ وہ سب ایک کمرے میں اکٹھے ہو کر بے ہودہ پروگرام دیکھ رہے ہیں یا اسی طرح کوئی فلم' ڈرامہ دیکھ رہے ہیں تو ایسے موقع پر مناسب طریقہ یہ ہے کہ آپ ان میں سے ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ بلا کر نصیحت کریں' تاکہ ان کی عزتِ نفس پر کوئی آنچ نہ آئے' کیوں کہ اگر آپ سب کو اکٹھے بٹھا کر بڑے کو ڈانٹیں گے یا کسی بھی ایک کو تو پھر وہ ضد میں آکر اسی بے ہودہ کام میں ترقی کرے گا' جس سے آپ اس کو روک رہے ہوں گے۔ لہٰذا کسی کو بھی سمجھاتے وقت اس کی عزتِ نفس کا خاص خیال رکھیں اور نرم لہجے میں سمجھانے کی کوشش کریں۔

(مرسلہ: حافظ ابن اصغر، چیچہ وطنی)

آپ کے اشعار

ابلیت تو بہت بڑھ گئی ماشاءاللہ!

مگر افسوس یہی ہے کہ مسلماں نہ رہے

اکبر الٰہ آبادی

جو حسد کسی کو تجھ پر ہو، تو ہے یہ تیری خوبی

کہ جو تُو نہ خوب ہوتا، تو وہ کیوں حَسُود ہوتا؟

ذوقؔ

کبھی دماغ، کبھی دل سے جنگ کی، لیکن

کنارہ کش نہ ہوا،اپنے اعتدال سے میں!

سعود عثمانی

اب جس کے جی میں آئے، وہی پائے روشنی

ہم نے تو دل جلاکے سرِ عام رکھ دیا!

قتیل شفائی

اَدب

جب ہم چھوٹے تھے تو مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ استاد جی کی جگہ پر بیٹھنے کو گستاخی سمجھتے تھے۔ اونچی آواز میں بات تو درکنار' لب ہلانا بھی مشکل ہوتا تھا۔ ادب اتنا تھا کہ استاد کا نام لے کر گفتگو کرنا طلبہ بے ادبی سمجھتے تھے۔ پھر رفتہ رفتہ ادب کا فقدان ہوتا گیا۔ اسکولوں' کالجوں اور یونی ورسٹیوں میں جو حالت ہے' الامان الحفیظ! البتہ مدارس میں اب بھی اس کی روشنی بہت حد تک محفوظ ہے' لیکن اخلاص اور ادب کی جو فکر آج سے 20 سال پہلے تھی' اُس طرح کی کیفیت اب نہیں اور ادب کے بغیر علم میں برکت اور ترقی نہیں ہوتی۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں' ادب میں اس کمی کی سب سے بڑی وجہ موبائل کے استعمال کا بڑھنا ہے' جس نے ہمارے بچوں کو نڈر اور بے باک بنا کر دینی تربیت سے دور کر دیا ہے۔ استاد کا ادب' جس نے بھی کیا' اللہ نے اسے محروم نہیں کیا اور کسی نہ کسی شعبہ دین میں اسے خدمت کرنے کا موقع ملا ہے اور جو استاد کا ادب نہ کرسکا' وہ محروم ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے اساتذہ' علما کا ادب واحترام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

(مرسلہ: قاری اُسامہ قدیر، معلّم جامعہ بیت السلام کراچی)

اخبار السلام

نومبر 2019ء بمطابق ربیع الاوّل 1441ھ

جامعہ بیت السلام سہ ماہی امتحان کے نتائج: 53 فی صد طلبہ نے درجہ ممتاز میں کامیابی حاصل کی

جامعہ بیت السلام کراچی کے کل 506 طلبہ نے امتحان دیا جن میں 200 طلبہ ممتاز رہے 204 نے جید جدا اور 64 نے درجہ جید میں کامیابی حاصل کی، 7 طالب علم مقبول درجے میں کامیاب ہوئے

جامعہ بیت السلام پنجاب (تلہ گنگ) کے 423 طلبہ نے امتحان میں حصہ لیا 293 ممتاز رہے، 115 جید جدا 14 طلبہ جید درجے میں کامیاب ٹھہرے جب کہ ایک طالب علم کامیاب نہ ہوسکا

کراچی/تلہ گنگ (نامہ نگاران) جامعہ بیت السلام کراچی اور جامعہ بیت السلام پنجاب کے سہ ماہی امتحانات کے نتائج کا اعلان بالترتیب 6 اور 9 اکتوبر کو کراچی اور تلہ گنگ میں کیا گیا۔ مجموعی طور پر دونوں جامعات میں 929 طلبہ نے امتحان میں حصہ لیا، جن میں 493 طلبہ درجہ ممتاز، 319 طلبہ جید جدا، 78 طلبہ جید درجات میں کامیاب ہوئے۔ 7 طالب علم درجہ مقبول حاصل کر سکے اور کل 21 طلبہ ناکام رہے۔ جامعہ بیت السلام کراچی میں کل 506 طلبہ نے امتحان دیا جن میں 200 طلبہ ممتاز رہے 204 نے جید جدا اور 64 نے درجہ جید میں کامیابی حاصل کی، 7 طالب علم مقبول درجے میں کامیاب رہے جب کہ 20 طلبہ کامیاب نہ ہو سکے۔ جامعہ بیت السلام پنجاب (تلہ گنگ) کے امتحانات میں 423 طلبہ نے امتحان میں حصہ لیا 293 ممتاز رہے، 115 جید جدا 14 طلبہ جید درجے میں کامیاب ٹھہرے جب کہ ایک طالب علم کامیاب نہ ہوسکا جامعہ بیت السلام کراچی میں درجہ رابعہ کے محمد عذیر جان 800 میں سے 782 نمبر حاصل کر کے پورے جامعہ میں پہلی پوزیشن کے حق دار ٹھہرے، ان کے اوسط نمبر 97.57 فی صد رہے انہیں 5 ہزار روپے انعام اور ایک جوڑا کپڑے بھی دیے گئے، جب کہ جامعہ بیت السلام پنجاب میں درجہ اولی کے محمد یاسر نے پورے جامعہ میں پہلی پوزیشن حاصل کی، انہیں بھی 5 ہزار روپے نقد انعام دیا گیا۔ جامعہ بیت السلام کراچی کے امتحانی نتائج کی تقریب میں جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کے استاذ حدیث اور ناظم مولنا امداد اللہ مہمان خصوصی رہے، جنہوں نے طلبہ میں انعامات بھی تقسیم کیے اور اساتذہ و طلبہ سے خطاب بھی کیا، جامعہ بیت السلام پنجاب (تلہ گنگ) میں امتحانی نتائج کی تقریب میں رئیس جامعہ مولانا عبدالستار حفظہ اللہ مہمان خصوصی تھے، آپ نے ہی انعامات بھی دیے اور خطاب بھی کیا۔

لاہور: مردانہ جوتوں کے 4 کنٹینر اہل شام کے لیے ترکی بھیجے گئے

حسب معمول یہ جوتے ترکی میں واقع بیت السلام کے مرکزی سینٹر سے مختلف کیمپوں میں بوقت ضرورت تقسیم کے لیے بھیجے جائیں گے

لاہور (پ ر) بیت السلام ویلفیر ٹرسٹ نے اہل خیر کے توسط سے اہل شام کے لیے جوتوں سے بھرے 4 کنٹینر بھیجے، 2926 کاٹنوں میں 23862 مرادنہ جوتے سمندری راستے سے ترکی بھیجے گئے ہیں، جہاں سے حس ضرورت مختلف کیمپوں میں بھیجے اور تقسیم کیے جائیں گے۔

سفید پوش خوددار گھرانوں کے لیے قائم بیت السلام امدادی مرکز نے کام شروع کردیا

ماہانہ راشن اور گھریلو استعمال کا ضروری سامان اس مرکز سے رجسٹرڈ خاندانوں کو ان کے لیے طے شدہ درجہ بندی اور پیکج کے مطابق دیا جاتا ہے

امدادی مرکز کے قیام سے ایسے گھرانوں کی خدمت کے خواہش مند اور ذوق شوق رکھنے والے اہل خیر کو خدمت کا بہترین موقع میسر آگیا ہے

کراچی (پ ر) بیت السلام امدادی مرکز نے باقاعدہ کام شروع کردیا، کراچی کے علاقے کلفٹن بلاک 4 میں قائم کیے گئے اس ادارے سے زکوۃ کے مستحق سفید پوش گھرانوں کو اہل خیر کی توجہ اور توسط سے ان کے لیے طے کی گئی درجہ بندی کے مطابق ماہانہ، سہ ماہی اور شش ماہی بنیادوں پر گھر کا راشن اور دوسری ضروریات فراہم کی جارہی ہیں، اس مقصد کے لیے باقاعدہ فارم بنایا گیا ہے، دی گئی ہدایات کے مطابق فارم بھر کے جمع کرواتے ہیں، ضروری کارروائی کے بعد امدادی مرکز سے کارڈ جاری کیا جارہا ہے، جس میں تعاون کی مقدار اور میعاد کی حد بندی رکھی جاتی ہے۔۔ امدادی مرکز کے قیام سے ایک طرح وہ لوگ جو ایسے گھرانوں کی خدمت کے خواہش مند ہیں اور ذوق شوق رکھتے ہیں ان کے لیے خدمت کرنے کا یہ بہترین موقع ہے۔